

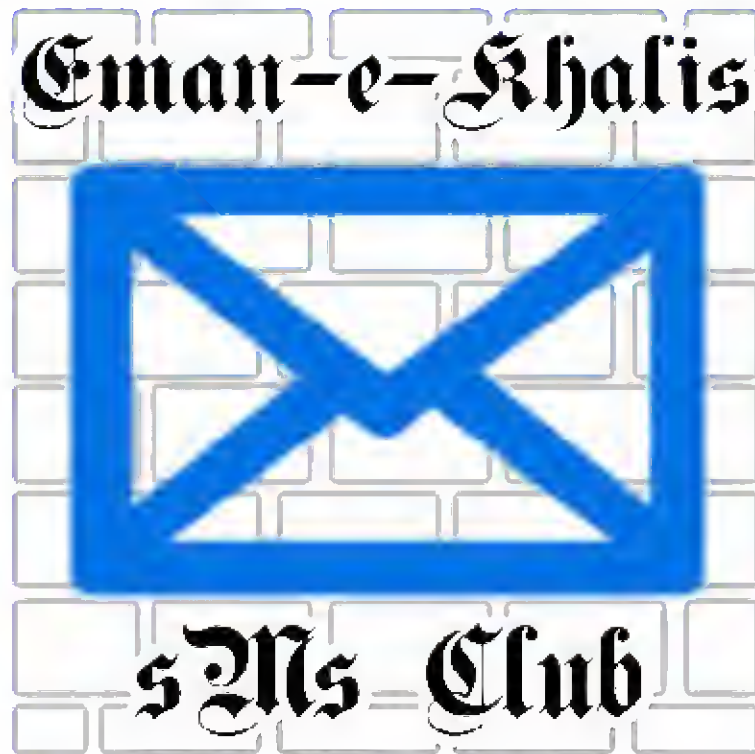
Uploaded By: Muhammad Ayaz

E . K . s M s C l u b

<http://Www.EKsMsClub.Net16.Net>

OR

<http://Www.EmaneKhalissMsClub.Comeze.Com>



E-Mail: [Ayaz.Net_WordLifeLive@yahoo.com](mailto:WordLifeLive@yahoo.com)

Follow Me: <http://Www.Scribd.Com/MuslimAyaz>

Address: Masjid Tauheed, H Area, Punjab Road, Manzoor
Colony, Near Mehmoodabad No. 6, Karachi, Pakistan

بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ
هُمْ بِالْعِلْمِ بَعِيَا يَتِمُّوْط (الشورى ١٧)

دعوتِ قرآن

یہ سرقہ برسی

ابو النور جدون

فاروق اعظم روڈ کیمسٹری، کراچی

ایک ضروری اور عاجزانہ گزارش

رب ذوالجلال کے نام سے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ایک ان فی کاوش کی حیثیت سے میری اس تحریر میں غلطیوں کا احتمال خارج از امکان نہیں۔ مجھے سند یافتہ مفتی یا علامہ ہونے کا دعویٰ نہیں، اللہ پر ایمان کے حوالے سے التبت میرا یقین ہے کہ اللہ اپنے کسی بھی بندے سے اپنے دین کا کام لینے میں محتاج نہیں۔ لہذا آثار میں سے گزارش ہے کہ وہ ہر قسم کے مسلکی اور گردہی تعصبات سے بالا تر ہو کر اس تحریر کا خالص قرآن و حدیث کی روشنی میں مطالعہ کر لیں اور معیار پر غلطیوں کی نشاندہی کریں۔ ان شاء اللہ ایسی ہر مخلصانہ نشاندہی کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کے مطابق اصلاح کی کوشش کی جائیگی۔

اس تحریر میں بظاہر تو میرے مخاطب "الدین النجاشی"

کے سمجھنے والے ابو جابر دمانوی ہیں لیکن فی الحقیقت اس حوالے سے میرا خطاب ان سب لوگوں سے ہے جو بد قسمتی سے قرآن و حدیث کی تعلیمات کے برخلاف قبر پرستی، مسک پرستی اور شخصیت پرستی کا شکار ہو کر اللہ اور رسول اور دین اسلام کے مقابلے میں اپنے باطل عقائد، مساک و فقر و اور پستیدہ شخصیات کو ترجیح دینے والے اور ان سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔۔۔ اللہ گواہ ہے کہ اس تحریر کا مقصد کسی کی ذاتی مخالفت یا دل آزاری نہیں بلکہ صرف یہی ایک چیز پیش نظر ہے کہ شاید اس کے مطالعے سے کسی کے دل میں

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اتر جائے، عقل پر سے بغض و حسد اور عنف کے پردے چھٹ جائیں اور جسے زندہ رہنا ہے وہ حقیقت جان کر جھٹے اور جسے مرنا ہے وہ بھی حق بات سے بے خبری میں موت سے ہٹکار نہ ہو۔

لِيَصْلَحَ مَنْ قَلَّكَ عَنْ بَيِّنَةٍ قَيِّمِي مَنْ حَيَّ
عَنْ بَيِّنَةٍ ط

(الأنفال : ۷۲)

۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

۳۱ اکتوبر ۱۹۸۹ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى
إِتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا
هُوَ عَزَّ وَجَلَّ عَنِ الْمُتَشَبِّهِينَ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَمَّا
كَانَ كَوَاطٍ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۝ وَمَا أَنْتَ
عَلَيْهِمْ بِقَاضٍ ۝ (الأنعام : ۱۰۶، ۱۰۷)

پیروی کرو اس کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف وحی کیا گیا ہے
اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور شر کوئی سے کنارہ کر لو اور اگر اللہ چاہتا تو یہ
لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے تم کو ان پر نگران نہیں بنایا اور نہ تم ان پر دار و قیام
ڈاکٹر عثمانی مرحوم کے خلاف لکھی ہوئی مختلف کتابوں، کتابچوں اور
پوسٹروں وغیرہ سے ترتیب دی گئی "الدین الخالص" نامی کتاب کی دوسری
نقطہ ابو جابر داماد نے شائع کی ہے یہ کتاب اب تک قبر دل کے ذریعہ
مردہ پرستی، تعویذات اور دیگر ذریعوں سے دین فروشوں کے دالوں اور کچھ

لے داماد نے کو اپنی اس کتاب کا نام "الدین الخالص" کے بجائے "الدین الخالص"
لکھنا چاہیے تھا کیونکہ اس کتاب میں ڈاکٹر عثمانی مرحوم کے بعض میں رائج الوقت
بدعتیگی کی حمایت کے موجودہ فرقوں اور عوام الناس کی خوشنودی اور سستی
شہرت حاصل کرنے کے لیے جو نکال دینے والا انداز اپنا گیا۔ نیز قیمت اور تحریروں
مواد کے لحاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف دنیا کمانے اور دنیا والوں کو خوش

مسک پرستوں نے داماد نے صاحب کو اس کا رہنمایاں پر شاہ شمس بھی دی ہے
بہر حال ادھی کتاب میں ابو جابر داماد نے "الدین الخالص" پہلی قسط کے دلائل
دہرائے ہیں اور بقیہ ادھی کتاب میں مختلف فرقوں اور جماعتوں کے علماء اور
مشائخ کے فتوؤں کے عکس چھاپ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ
ان مختلف مسالک کے علماء اور مشائخ نے ڈاکٹر عثمانی (مرحوم) کو کافر کہا ہے۔
اس لیے ڈاکٹر عثمانی کافر ہیں اور یہ لکھا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی (مرحوم) نے چونکہ ان
تمام فرقوں اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی اور تبلیغی جماعت وغیرہ کے ماننے
والے "مومنین" سے الگ راہ اختیار کی ہے اس لیے وہ گمراہ ہو گئے ہیں بلکہ
صاحب کتاب نے کچھ یہاں تک مبالغہ آرائی کی ہے کہ ڈاکٹر عثمانی "عنقریب
نبوت کا اعلان کرنے والے ہیں اور لکھا ہے کہ یہ ساری ریل ریل دولت کی
ہے۔ ڈاکٹر عثمانی کی وفات کے ساتھ ہی یہ تحریک ختم ہو جائے گی اور کھاتے
پینے والے پروانے اڑ جائیں گے کسی نے سچ کہا ہے کہ بلی کو تراب میں چھپے پڑے

کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔

لے خاص طور سے بڑے بھائی طیب کمال عثمانی نے خوب داد دی ہوگی
جس نے "الدین الخالص" کو ترتیب دینے میں ابو جابر کی خوب مدد کی ہے اور
ڈاکٹر عثمانی مرحوم کی پرانی (غضب کردہ) کتابوں کے فوٹو اسٹیٹنگ لکھوا کر اس کے
حوالے کئے ہیں کیونکہ یہ کتابیں صرف کمال عثمانی کے قبضے میں ہیں۔ کمال عثمانی
امیر حزب اللہ ڈاکٹر عثمانی مرحوم کی دشمنی میں اس قدر ہنگامے پڑ گئے ہیں کہ اگر کوئی
نیا آدمی اس کی جماعت میں شامل ہونا چاہے تو صرف اس نے شخص (مرد) سے
پہلے ڈاکٹر عثمانی کو گالیاں دلائی ہیں (جس طرح معین الدین حسینی اپنے نئے مرید کے

ہی نظر آتے ہیں (الوجاہر کی نظر کچھ اپنی ہی تماش کے لوگوں پر ہوئی ہوگی کیونکہ ان کا اپنا معاملہ بھی کچھ اس سے مختلف نہ تھا) بہر حال اللہ کے فضل و کرم سے ان کے لگائے ہوئے دوزل الزامات غلط ثابت ہوئے۔ ڈاکٹر عثمانی نے اللہ کی توفیق سے قرآن وحدیث کی روشنی میں توحید کی جو ستمخ روشنی کی تھی، ان کی وفات کے بعد بھی وہ روشنی ہے اور توحید کے پردے اس کے گرد جمع ہو کر اپنے تلوپ کو منور کرنے کے بعد اس کی روشنی کو پھیلا رہے ہیں اور اس طرح اللہ کا شکر ہے کہ دعوت حق کی تحریک کا کام مزید بڑھ رہا ہے

الوجاہر صاحب نے بلا ضرورت وجوہاً عذاب قبر اور قبر کو ثابت کرنے کے لیے بڑی خام فرسائی کی ہے حالانکہ ڈاکٹر عثمانی نے نہ تو قبر کا اور نہ ہی "عذاب قبر" کا انکار کیا ہے بلکہ اھنڈل نے اپنی کتاب کا عنوان ہی "عذاب قبر" رکھا ہے جس کے سرورق پر حدیث البخاری کے حوالے سے واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ "عذاب القبر حق" اور کتاب کے اندر لکھا ہے ثُمَّ أَصَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ (عَبَسَ: ۲۱) اس طرح قرآن و صحیح حدیث کے دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسان قیامت سے پہلے نہیں بلکہ قیامت کے دن زندہ ہوگا اور اس دوران عذاب و راحت کا معاملہ اس دنیا دی گڑھے میں دنیا دی بدل کے ساتھ نہیں بلکہ برزخ میں ہوتا ہے۔ الوجاہر دامانوی نے اپنی اس کتاب

جستی رسول اللہ کا نذرہ گواتے تھے) اس کے بعد اسے ممبر بنانا ہے۔

لے عثمانی نے کہیں یہ نہیں لکھا ہے کہ مرنے سے مرنا سے یا خلا سے اٹھائے جائیں گے۔

میں قریب کاری اور تقیہ بازی کا خوب مظاہرہ کیا ہے لیکن قربان باذن کائنات کے ذوالجلال رب کے جس نے قرآن میں اعلان کر دیا ہے کہ حق غالب ہو کر رہتا ہے اور باطل کو آخر کار مٹ جاتا ہے إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (بیشک باطل کو مٹ جاتا ہے) فَيُخَيِّضُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُخَيِّقُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ط اور اللہ اپنی باتوں (مدد) سے باطل کو نابود اور حق کو ثابت کر دیتا ہے۔ (الشوری: ۲۴)

دامانوی نے اپنی کتاب کے آخر میں خود اعتراف کر لیا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی کا دوسروں اور دوزندگیوں والا عقیدہ بالکل درست ہے اور یہ مرنے کے ساتھ روح کے تعلق کا کوئی واضح اشارہ کسی حدیث میں نہیں ملتا۔

قبر پرستوں اور فرقہ پرستوں کی وکالت کرنے کے لیے الوجاہر نے اپنی کتاب کی ضروری وضاحت میں اسلام پر زندہ رہنے اور ایمان پر موت کی دعا کی ہے لیکن یہ وضاحت نہیں کی کہ کون سے اسلام اور ایمان پر الحمد للہ کے اسلام اور ایمان پر دیوبندیوں کے اسلام اور ایمان پر یا بریلویوں کے اسلام اور ایمان پر۔ (یاد رہے کہ یہ تمام فرقے اکیس دوسرے کو کافر اور گمراہ کہتے ہیں) انہی فرقوں اور سکول کے علماء اور مفتیوں نے توحید کے علمبردار اللہ کے نیک بندے ڈاکٹر عثمانی پر کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ آئیے ہم قرآن سے معلوم کر لیتے ہیں کہ کیا ان لوگوں کی اکثریت نے کبھی ایمان و توحید کے پیغام کو ٹھنڈے پیوٹوں.. برداشت کیا ہے اور کیا دنیا دار فرقہ پرست علماء کے فتوؤں سے اللہ کا کوئی نیک بندہ کافر و گمراہ بن جاتا ہے؟

سب سے پہلے ہم قرآن سے اللہ کے پیغمبر نوح علیہ السلام کا حال پوچھتے ہیں جو اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک ایک اللہ کی طرف بلا کر رہے

لَقَوْمٍ رَاعِبًا لِلَّهِ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرُهُ ط کہ "اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں ہے۔"

قرآن فرماتا ہے کہ اس سادہ اور سچے میری بات کو ماننے کی بجائے قوم کے سرداروں، مغزین اور قوم والوں نے نوح علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی اور انہیں پاگل قرار دیا۔ وَقَالُوا مَجْنُونٌ قَدْ آتَىٰ جِدَّهُ

(القمر: ۹)۔

انہوں نے نوح علیہ السلام پر گمراہی کے فتوے لگائے اور کہا اِنَّا لَنَرٰكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کہ "ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔" یعنی تمہیں ہدایت یافتہ نہیں بلکہ گمراہ سمجھتے ہیں یہی نہیں بلکہ وہ نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والے مسلمانوں کو گالیاں دیا کرتے تھے۔۔۔

وَمَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اٰرَاٰنَا لَنُكَابِيَنَّ السَّٰبِقِیْنَ (ہود: ۲۷) "اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے (ساتھی) پیروکار ہم میں ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں اور وہ بھی عقل و شعور سے عاری (بیوقوف اور جاہل ہیں) یعنی نہ تم میں کوئی مغز اور سمجھدار آدمی موجود ہے اور نہ کوئی سند یافتہ عالم۔ یہ وہی دو الفاظ سیکھ کر سارے لوگوں کو کافر و مشرک کہتے ہو قوم نے نوح علیہ السلام سے یہ بھی کہا کہ لَنُفَوِّجَنَّكَ اَوَّلَ الَّذِيْنَ هُمْ اٰرَاٰنَا لَنُكَابِيَنَّ السَّٰبِقِیْنَ

سے نوح علیہ السلام کی قوم اللہ کے علاوہ پانچ اولیاء اللہ کو پکارا کرتی تھی ان کا عقیدہ تھا کہ یہ اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں۔ اپنے پاں آنے والوں کی سنتے ہیں، ان کو پہچانتے ہیں، مدد کرتے ہیں، چھو لیاں بھر کر دیتے ہیں اسی وجہ سے وہ لوگ ان وفات شدہ نیک لوگوں کو پکارا کرتے تھے۔

اَشْرَكَتْ جَدًّا لَنَا "اے نوح! تم نے ہم سے بہت بحث بائیں، جھگڑے اور مناظرے کیے۔" ہم تمہیں قائل کر سکے اور نہ تم ہمارے سامنے کوئی ٹھوس ثبوت پیش کر سکے، ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں اور تمہاری کسی بات اور دلیل کو نہیں مانتے فَأَتَيْنَا يَمَانَ تَعْدًا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ہ "اے کو ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم اپنے دعوائے رسالت میں سچے ہو" (ہود: ۲۲)

پناہ قرآن بتاتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی بات بہت کم لوگوں نے مانی تھی۔ وَمَا اٰمَنَ مَعَهُ اِلَّا قَلِيْلٌ ہ اور اس (نوح) کے ساتھ بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے (ہود: ۴۰) اور قوم کی اکثریت نے اپنے اس خیر خواہ کو سختی کے ساتھ بنیہ کی کہ لَنُبَنِّيَنَّكَ بَنِيْنَ اَوْ نَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَمُوْمِيْنَ ط "اے نوح! اگر تم انوحید کی تبلیغ سے باز نہ آئے تو سنگسار کر دیے جاؤ گے" (الشعراء: ۱۱۶)

آخر کار نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سخت رویے، ان کی مخالفت اور نفرت سے تنگ آکر اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! میں نے دن رات ایک کر کے گیلوں میں، چوراہوں پر، ان کی اجتماع گاہوں میں سختی سے، نرمی سے، زور سے اور آہستہ غرض قوم کے ایک ایک فرد کے دروازے پر جا کر تیری توحید بیان کی، تیرا پیغام پہنچایا ہے لیکن میری سرکش اور کافر قوم حق بات کو ماننے کے بجائے میری اور میرے ساتھیوں کی جانوں کے درپے ہو چکی ہے۔ اے میرے رب! فَاصْحُ بَنِيَّيْنِیْ بِیْنِهِمَا فَتَمَدَّیْنِیْ وَخَجَّیْنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ہ تو میرے اور ان (میری قوم) کے درمیان کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ایماندار ساتھیوں

۱۰۳ کو بیچ لے (الشعراء: ۱۱۸)

اس طرح قرآن سے ثابت ہوا کہ قوم کے معززین، علماء و مشائخ، سردارِ دل اور ان کے ساتھ قوم کی اکثریت نے نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو کافر، گمراہ اور جاہل قرار دیا تھا جب کہ نوح علیہ السلام کے پیچھے پیغمبر اور ان کے ماننے والے سچے ایماندار تھے۔

نوح علیہ السلام کے بعد جب یہود علیہ السلام نے اپنی قوم (عاد)
کو شرک و کفر سے منع کیا اور ایک اللہ کی طرف بلایا تو قوم کی اکثریت اور ان
کے بڑوں نے اپنے پیغمبر پر گمراہی اور کفر کے فتوے لگائے قرآن میں
بتلا تا ہے کہ انھوں نے یہود علیہ السلام کو جواب دیا کہ

ہیں۔ " (ہود: ۵۳)

یہاں تک کہ قوم عاد کے سردار فل اور اکابرین نے (جنور علیہ السلام اور ان کی کشتی میں بچ جانے والے مومنوں کی اولاد میں سے تھے) اہل علیہ السلام پر علی الاعلان گمراہی اور جہالت کا فتنہ لگایا اور کہا: **إِنَّا لَنَمُوتُ وَحِينَئِذٍ نَسْفَاهُ** **وَإِنَّا لَنُظْلَمُكَ مِنَ الْكَذِبِينَ** ”تم ہمیں حق نظر کرتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔“ (الاعراف: ۶۶) یعنی تمہاری باتوں میں کوئی خاص وزن نہیں ہے نہ تم کوئی بڑے عالم یا مشہور آدمی ہو اور ہمارے سامنے تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہمارا تو یہ خیال

۱ ہے کہ ہمارے کسی محبوب نے تمہیں دیوانہ کر دیا ہے اس لیے تمہاری یہ ماری باتیں ہماری نگاہوں میں دیوانے کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ قرآن جلاتا ہے کہ قوم عاد کی اکثریت نے آخر دم تک اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کو جاہل، گمراہ اور دیوانہ سمجھا اور ان کی بات نہ مانی لیکن اللہ کے پاس وہ سچے رسول اور ان کے ساتھی ایمان لانے والے سچے مومن تھے چنانچہ اللہ نے ان کو بچا لیا اور قوم عاد کی اکثریت پر دنیا میں بھی لعنت برسائی گئی، ان پر عذاب آیا اور قیامت کے دن بھی وہ اسی کے مستحق ہوں گے۔ **وَإِنذِعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ط (ہود: ۶۰)** ہود علیہ السلام کے بعد اللہ کے نبی صالح علیہ السلام کے اپنی قوم (نمود) کو اللہ واحد کی بندگی کی طرف بلایا اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی بندگی کرنے سے منع فرمایا لیکن قوم کے لوگوں نے خاص کر قوم کے بڑے لوگوں نے صالح علیہ السلام کی بات کو ماننے سے انکار کیا اور ان کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ قوم کے لوگوں نے صالح علیہ السلام کی دعوت حق کے جواب میں یہ دلائل دیے کہ کیا ہمارے باپ دادا اور ہمارے علماء و مشائخ کچھ انہیں سمجھتے اور ان کے مقابلے میں ایک تم اور تمہارے یہ جید کمزور اور عزیز ساتھی ہی سمجھدار ہو۔ اللہ کی کتاب بیان کرتی ہے کہ قوم کے بڑوں نے صالح علیہ السلام کے ایماندار ساتھیوں سے کہا کہ صالح گمراہ ہو گئے ہیں ان کی تمام باتیں غلط ہیں اس لیے ان سے الگ ہو جاؤ ورنہ یہ تمہیں بھی گمراہ اور بے دین کر دیں گے۔ لیکن اللہ کے ان مومن بندوں نے ان منکار دنیا دار اور پیشہ ور مذہبی پیشواؤں کو دوڑ کوک الفاظ میں جواب دیا کہ ہم نے سوچ سمجھ کر صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا ہے ہم انہیں اللہ

کا سچا رسول سمجھتے ہیں (الاعراف) قوم ثمود کی اکثریت اپنے اس خیر خواہ
پیغمبر کو جھٹلاتی رہی یہاں تک کہ اللہ نے عذاب کے ذریعہ اس نافرمان کا نزد
مشرک قوم کو نیست و نابود کر دیا اور صالح علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان
ساحتیوں کو اپنی رحمت سے نوازا اور عذاب سے بچا کر عزت کے ساتھ زمین
کا وارث بنا دیا۔

اسی طرح قرآن ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتا ہے کہ
انھوں نے اپنی قوم کو کفر و شرک سے باز رہنے اور اللہ وحدہ لا شریک کی بندگی
کی تلقین کی لیکن قوم والوں نے ان کی دعوت پر توجہ دینے کے بجائے ان کی
ہنسی اڑائی۔ اللہ کے اس خلیفہ بندے نے اپنی قوم کو شرک سے باز رکھنے
کے لئے عملی قدم بھی اٹھایا اور قوم کے تمام معبودوں (جتل) کو ریزہ ریزہ کر کے
اور نصیحت کے طور پر بڑے بت کو سلامت چھوڑ کر سمیٹوڑا اس کے کندھے
پر رکھ دیا تاکہ قوم کو عقلی دلیل اور ثبوت کے ساتھ آسانی سے سمجھایا جاسکے
یہاں تک کہ وہ گھڑی بھی اتنی ہے جس کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے یہ
سارا معاملہ کیا تھا۔ قوم کے لوگوں نے اپنے داناؤں، دستگیروں، مشکل کشوں
اور حاجت رواؤں کی یہ درگت دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ اسے
ابراہیم کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام
نے بڑے سکون سے پوری قوم کو جواب دیا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو تمہارے
سامنے پیران پیر (ثبات) کھڑا ہے اسی سے پوچھ لو وہ تمہیں سب
کچھ بتا دے گا۔ قرآن بیان کرتا ہے کہ یہ سنکر انھوں نے دل میں تسلیم کر لیا
فَقَالُوا اِنْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ اَصْلَ الْاٰمُوْنَ ۝ (الزلزلہ)
دل میں ایکدوس کے کو علامت کرنے لگے کہ (واقعی تم ہی ظالم ہو۔)

معبودوں کی بندگی کرتے ہو اور ان سے مدد کے طلب گار ہو جو آج ہیں اپنے
دشمن کا نام تک نہیں بتا سکتے چنانچہ شرمندہ ہو کر مرتد ہو گیا اپنی بدعتی
کا اعتراف کر لیا لیکن اس کے باوجود بھی ابراہیم علیہ السلام سے کہتے ہیں
لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ۝ کہ اے ابراہیم! تم اچھی
طرح جانتے ہو کہ یہ بول نہیں سکتے۔ (الانبیاء: ۷۵) اس پر ابراہیم
علیہ السلام نے ان کو جواب دیا کہ انہوں نے تم پر اور تمہاری عقلوں پر کہ تم
اس الحی الفیوم السید الخیر البصیر العزیز العزیز العزیز
فات (اللہ وحدہ لا شریک) کو چھوڑ کر ایسوں کی بندگی کرتے ہو جو کچھ بھی
نہیں کر سکتے، بے اختیار دے خبر ہیں اس طرح ابراہیم علیہ السلام نے انھوں
دلائل سے عملی مظاہرہ کر کے قوم کو سمجھایا کہ تم سب غلطی اور گمراہی پر ہو جس
کا قوم نے دل میں اعتراف بھی کیا لیکن اس کے باوجود اپنے جھوٹے پندار
کے دفاع میں باطل عقیقے پر قائم رہی اور انھوں نے فیصلہ کر دیا کہ ابراہیم
گمراہ اور دین کے باغی ہیں اور اعلان کیا حَرِّقُوْهُ وَاَنْصُرُوْا ...
اَلِهَتَكُمْ ۝ اِنْ كُنْتُمْ اَصْلَ الْاٰمُوْنَ ۝ کہ اگر تمہیں اپنے معبودوں
کی عزت کا کچھ پاس ہے اور ان کا امتقام لینے کے لئے کچھ کرنا ہے تو
اس کو (ابراہیم کو) جلاؤ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ (الانبیاء: ۷۸)
چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے آگ میں پھینک دیا گیا لیکن جس
زندہ جاوید رب کے وقار کے لئے ابراہیم علیہ السلام یہ سب کچھ کر رہے
تھے وہ یہ سارا نظارہ دیکھ کر ہاتھ کاٹات کے ذرے ذرے کے خالق و
مالک نے آگ کو حکم دیا: يٰنَادِكُوْنِيْ بِرُؤُوسِكُمْ ۝ وَسَلِّمْ عَلٰی
اِبْرٰهِيْمَ ۝ کہ اے آگ! (میرے خلیفہ بندے) ابراہیم پر سلامتی

کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔ قرآن بیان کرتا ہے کہ پوری آبادی کے لوگ براہیم علیہ السلام کو باطنی اور گمراہ سمجھ کر جلاؤالنا چاہتے تھے لیکن اللہ نے اپنے اس مسلم اور مسیحا کو ان کے مکرو فریب اور بری چالوں سے بچالیا اور انکی قوم کو دنیا و آخرت کی رسوائی اور خسارے سے دوچار کر دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کے زمانے ہی میں اللہ کے ایک اور پیغمبر لوط علیہ السلام نے جب اپنی گمراہ قوم کو شرک، کفر اور بے حیائی کے کاموں سے باز رہنے کی نصیحت کی تو پوری قوم نے لوط علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور مخالفت شروع کر دی۔ قوم کے بڑوں نے لوط علیہ السلام اور ان کی بات ماننے والے مسلمانوں کے خلاف فتویٰ دیا "اَخْرِجُوْهُم مِّنْ دِيَارِنَا" اُن کو (لوٹ) اور ان کے ساتھیوں کو اپنے علاقے سے نکال دو یہ بڑے پاکیزہ بنتے ہیں۔ (الاعراف: ۸۲) یعنی لوط اور اس کے ماننے والے خود گمراہ ہیں۔ ان کا ہمارے درمیان رہنا ہمارے لئے نقصان دہ ہے، یہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔ انھوں نے واضح طور پر لوط علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کے کہنے سے ہرگز اپنے عقائد اور کونوؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں قوم کے بے حیائی اور بے شرمی پر مبنی افعال پر ٹوکتے ہوئے ایک موقع پر لوط علیہ السلام نے ان کو یہاں تک کہا "اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَّجُلٌ تَشَٰهَدُ اَنَّهُ لَا يَفْعَلُ مَا نَعْمُوْا" (۸۸)۔ کبھی وہ شعیب علیہ السلام کے ماننے والوں کو اس طرح سمجھاتے کہ شعیب گمراہ ہو گئے ہیں اور ان کی باتوں پر ایمان لا کر تم بھی گمراہی کی موت مر گے لیکن اَتَّبِعْتُمْ شُعَيْبًا اَنۡتُمْ اِذَا اَتَّخِذُوْا عٰمِلًا لَّكُمْ اٰتٰتُوْا وَاِنْ اَتَّخِذُوْا عٰمِلًا لِّمَنْ اَنْتُمْ اَعۡمِلُوْنَ (۹۰) اور کہیں پردہ شعیب علیہ السلام کو یوں جواب دیتے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوْا اِنَّكُمْ اَنْتُمْ وَاٰلُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ فَاِذَا دُعِیۡتُمْ لِمَا نَعْمُوْا فَاٰمِنُوْا (۹۱)۔

قرآن بتاتا ہے کہ قوم لوط (علیہ السلام) نے اپنے خیر خواہ پیغمبر کی بات نہیں مانی اور شرک اور بے حیائی کے کاموں پر جمی رہی تو

اللہ نے ان پر آسمان سے پتھر برسائے اور اس طرح اپنے عذاب کے ذریعہ ان کو فنا کر دیا۔

اسی طرح قرآن میں شعیب علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے جنہوں نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی بندگی کرنے اور اس سے ڈرنے کی نصیحت کی اور اللہ کے احسانات یاد دلانے کہ میری قوم! اللہ نے تمہیں سب کچھ دیا ہے اس لیے ناجائز اور حرام طریقوں سے مال نہ کماد۔ جائز اور حلال طریقوں سے لین دین کرو، ناپ اور تولیہ انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔ اللہ پر مکمل بھروسہ رکھو، اللہ تمہیں اس سے بھی زیادہ خوشحالی اور ترقی عطا فرمائے گا لیکن قوم کے لوگوں نے اللہ کے پیچھے پیغمبر شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے کے بجائے ان کو دھکیلا دینی شروع کر دیں اور قوم کے سردار اور بڑے لوگ انھیں ڈرانے لگے۔ لَقَدْ جِئْتَكُم بِبَيِّنٰتٍ مِّنۡ اٰیٰتِ رَبِّکُمْ فَکَفَرُوْا (۸۷)۔ اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ہم تم کو اور جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنے شہر سے نکال دیں گے اَوْ لَتَعُوۡذُنَّ فِیۡ مَسٰجِدِنَا۔ (یاقم رقبہ کر کے) ہمارے مذہب میں شامل ہو جاؤ۔ (الاعراف: ۸۸)۔ کبھی وہ شعیب علیہ السلام کے ماننے والوں کو اس طرح سمجھاتے کہ شعیب گمراہ ہو گئے ہیں اور ان کی باتوں پر ایمان لا کر تم بھی گمراہی کی موت مر گے لیکن اَتَّبِعْتُمْ شُعَيْبًا اَنۡتُمْ اِذَا اَتَّخِذُوْا عٰمِلًا لَّكُمْ اٰتٰتُوْا وَاِنْ اَتَّخِذُوْا عٰمِلًا لِّمَنْ اَنْتُمْ اَعۡمِلُوْنَ (۹۰) اور کہیں پردہ شعیب علیہ السلام کو یوں جواب دیتے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوْا اِنَّكُمْ اَنْتُمْ وَاٰلُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ فَاِذَا دُعِیۡتُمْ لِمَا نَعْمُوْا فَاٰمِنُوْا (۹۱)۔

مَا أَتَيْنَاكَ إِلَّا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ رَبِّكَ فَاتَّخِذْهُ حِجَابًا مِّنْ عِندِ رَبِّكَ ۚ (ہود: ۸۷) یعنی یہ سراسر ہماری مرضی کا معاملہ ہے، مال ہمارا اپنا ہے ہم چاہتے ہیں اللہ کے نام کی نذر دنیا دہی، کسی قبر یا مزار پر شیرینی بائیں، جانور ذبح کریں، تو ایسا کرنا، مزاروں پر قیمتی شالیں چڑھائیں یا دنیا کے عیش اڑائیں، تم کون ہو ہمیں مشرک، بدعتی عیاش اور بدکردار کہنے والے؟

غرض مدینہ والے اللہ کے پیچھے رسول شعیب علیہ السلام کی مخلصانہ نصیحتوں پر ایمان نہیں لائے اور انہوں نے ان کی دعوت کا یہ جواب دیا کہ: اے شعیب! ہم نے تمہاری بہت تقریریں اور نصیحتیں سن لیں تمہارے خیال میں ہم اور ہمارے یہ سارے علماء اور مشائخ کافر و مشرک ہیں۔ سن لو! تم اور تمہارے ساتھی دمال و دولت میں ہم سے زیادہ ہو، نہ تعداد میں اور نہ طاقت میں ابھی تک اگر ہم نے تمہیں برداشت کیا ہے تو یہ محض تمہارے خاندان اور برادری کی وجہ سے جو ہمارے ہم عقیدہ اور ہم مسلک ہیں ورنہ ہم کب کا تمہیں سنگسار کرتے؟ وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْتُكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِحِذْرٍ ۚ (ہود: ۹۱) اور اگر تمہارا حشاندان نہ ہوتا تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کرتے اور تمہیں ہم پر غلبہ حاصل نہیں (ہود: ۹۱)

قرآن بیان کرتا ہے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اخلاقیات تک ہمدی سے بچایا کہ اے میری قوم! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تمہارے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر انسانوں کا خوف اور لحاظ ہے تم نے اللہ کو بھلا دیا ہے جو تمہارے سارے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے کیا تم قوم

نوح، قوم ہود اور قوم صالح کے انجام سے بے خبر ہو؟ اور قوم لوط کا زمانہ تو تم سے کچھ دور نہیں وَمَا تَوْفَرُ لَوْطٍ مِّنْكُمْ بَبَعِيدٍ اور کہا وَأَسْتَخْفِرُكَ وَأَرْجُوكُمْ ثُمَّ لَوْلَا إِلَهُكَ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَكَوْثَرٌ ۚ (ہود: ۸۹) اے میری قوم! اپنے پروردگار سے معافی مانگو اور اس کی حاضری رجوع کرو، بیشک میرا رب مہربان اور رحمت کرنے والا ہے۔ (ہود: ۸۹، ۹۰)

مدین والوں نے اپنے اس خیر خواہ بھائی اور اللہ کے رسول شعیب علیہ السلام کی نصیحت بھری باتوں کی پروا نہیں کی اور آخر وقت تک اپنے مزاروں اور علماء و مشائخ کی اندھی تقلید کرتے رہے اور باپ دادا کے راستے پر جمے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اپنا عذاب بھیج کر مدین کے بڑے بڑے صنعتکاروں و تاجروں و حکمرانوں، مذہبی پیشواؤں اور ان کی بیرونی کرنیوالوں سب کو بھوک دبر مار دیا اور اپنی رحمت سے شعیب علیہ السلام اور ان کے ماننے والے کو محفوظ رکھ دیا۔

قرآن نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ انھوں نے اپنے وقت کے طاغوت اور ظالم ترین حکمران فرعون کو کفر و شرک اور ظلم و فساد سے منع کیا لیکن فرعون اور اس کے درباریوں نے موسیٰ علیہ السلام پر جادو کر دیا اور جھوٹا ہونے کا الزام لگایا اور انھیں اللہ کا رسول ماننے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ فرعون نے اپنے ملک کے تمام بڑے بڑے جادوگروں سے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ بھی کروایا۔ مقابلے کے وقت یوحنا، ہارون، اکیطرف اور موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دوسری طرف کھڑے تھے۔ سارے لوگ اپنے امام اور حکمران فرعون اور جادوگروں کے حق میں اور موسیٰ علیہ السلام کے خلاف

نوسے لگا رہے تھے، بحیثیت انسان موسیٰ علیہ السلام اتنے سارے لوگوں کی مخالفت سے گھبرائے تھے لیکن ربّ ذوالجلال نے اپنے بندے کو تسلی دی **مُوسٰی لَا تَحْزَنْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی** کہ "اے موسیٰ! غور نہ ہو، بیشک تم ہی غالب رہو گے۔" (طہ : ۶۸)

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور ان مابہر جادو گردوں کے درمیان مقابلہ شروع ہوتا ہے اور اللہ کی مدد سے موسیٰ علیہ السلام کی لاکھٹی ان کے تمام جادو کو بے اثر کر دیتی ہے اس حقیقت کو دیکھ کر وہ خوش قسمت انسان اچھ کچھ دیر پہلے دنیا پرست جادو گر تھے انوراً سمجھے میں گر گئے اور بیکار اُٹھے **اَصْبَحْنَا رِبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا رَبِّ مُوسٰی وَ هَارُونَ** "ہم ایمان لائے پروردگارِ عالم پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے۔" (الاعراف : ۱۲۱، ۱۲۲) اس طرح موسیٰ علیہ السلام اللہ کی مدد سے فرعون اور اس کی پوری قوم سے مقابلہ میں جیت گئے جس کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ فرعون اور اس کی قوم بھی جادو گردوں کی طرح حقیقت کو تسلیم کر کے ایمان لے آتے مگر ظالم فرعون نے اس کے برعکس ان ایمان لانے والے جادو گردوں کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا اور ان سے کہا **لَا تَقْطَعْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَنْجِلْکُمْ مِنْ خِلَافِ ثَمَّ لَا تُصَلِّیْتُمْ اَجْمَعِیْنَ** کہ "میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ ڈال گا پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔" (الاعراف : ۱۲۴)

لیکن اللہ کے ان ایماندار بندوں نے (محبضوں نے کچھ ہی دیر پہلے ایمان قبول کیا تھا) فرعون کو جواب دیا کہ کوئی پردہ کی بات نہیں، ایمان لانے کے جرم میں تم جو سولہک چاہو ہم سے کر دو، ہم اس سے پشٹنے والے نہیں ہم تو

اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جاننا لے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس ایمان کی وجہ سے ہمارا پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ اسی طرح قرآن میں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے ایک مرد مومن کا حال بیان ہوا ہے جو فرعون کی قوم میں سے تھا۔ اس وقت قوم میں صرف یہ ایک اللہ کا بندہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لایا تھا اور اس نے اپنے ایمان کو اس وقت ظاہر کیا جب فرعون اور اس کے وزیروں اور مشیروں نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اللہ کے اس مومن بندے نے فرعون اور اس کے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا **اَفَقَسْتُ لَوْ اَنْجَلَا اَنْ یَقْتُلَ رَبِّیْ اِنَّ اللّٰہَ** کیا تم لوگ ایک شخص (موسیٰ علیہ السلام) کو صرف اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے؟ (المومن : ۲۸) پھر اس مرد مومن نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ میری قوم! اگر تم موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانتے ہو تو میری بات مانو، میں تمہارا اپنا قومی بھائی ہوں، تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔ میری قوم! مجھے تمہارے بارے میں پھیلی قوموں، قوم نوح اور عاد و ثمود کی طرح کے عذاب کا ڈر ہے تم نے ایسے تمہارے باپ دادا نے اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کو بھی جھٹلایا تھا۔ آج دنیا کے مال و دولت اور اقتدار نے تمہاری آنکھوں اور عقول پر پردہ ڈال رکھا ہے یا درکھو کہ یہ ساری چیزیں عارضی ہیں، ہمیشہ کی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔ آج موقع ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول (موسیٰ علیہ السلام) کی بات مان کر اللہ پر ایمان لے آؤ۔ اس طرح آخرت میں اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ کیسے لے لے گا۔ لازوال جنتوں کا وارث بنا دے گا لیکن ان طاعت پرستوں اور دنیا داروں نے اللہ کے اس مومن بندے کی بات ماننے کو بجائے خود اسے اپنے دین

ہیں واپس لانے کی کوشش کی اس مرد مومن نے ان سے کہا اَوْ يَتَّقُوا مَآئِي
 اَدْعُوَكُمْ اِلَى الْاُتُوْةِ کہ "اے میری قوم! میرا کیا معاملہ ہے کہ میں
 تم کو جنت کی طرف بلاتا ہوں۔ وَ تَدْعُوْنِيْ اِلَى النَّارِ
 جب کہ تم مجھے (دوزخ کا) ٹھگ کی طرف بلاتے ہو

وَ اِنَّا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعِزِّ اِلَى الْغَفَّارِ اور میں تم کو توبہ
 اور بخشش والے (مہربان رب) کی طرف بلاتا ہوں۔ (المومن: ۴۱، ۴۲)

ابن کار اس مرد مومن نے ان سے کہا کہ سن لو اگر آج تم نے میری
 یہ سیدھی سی ایمان کی بات نہ مانی تو کھل قیامت کو ضرور مانو گے فَتَذَكَّرُوْنَ
 مَا اَقُوْلُ لَكُمْ وَ اَتَوْضَحُّ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ
 لَبَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۔ ۵۔ حیات میں تم سے کہتا ہوں تم اسے (آگے
 چلو) یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بیشک اللہ اپنے
 بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ (المومن: ۴۴)

فرعون، قوم کے سرداروں اور دوسرے لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام
 و ہارون علیہ السلام اور اہل ایمان کو گمراہ اور غلط سمجھ کر نقصان پہنچانے کی کوشش
 کی لیکن اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ایمان والوں کو سمندر میں راستہ دے کر
 بچایا اور فرعون کو اس کے لادشکر سمیت غرق کر دیا۔

اسی طرح سورۃ یٰسین میں تین پیغمبروں کا ذکر ہے اللہ نے
 ایک گاؤں کے رہنے والوں کو کفر و شرک سے متوجہ کیا اور ایمان کی دعوت
 دی۔ گاؤں والوں نے ان تینوں پیغمبروں کو تھکایا اور کہا کہ تم سبھی یہ جنت
 کے لوگ ہو، رحمن نے تمہیں پیغمبر نہیں بنایا ہے، تم جھوٹ بولتے ہو، تم
 تینوں جاہل، گمراہ اور منحوس ہو اور تمہاری ان باتوں سے ہمارے بابا حضرات

ناراض ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے ہم پر آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔
 جنہاں اگر تم ہمارے بڑوں اور باباؤں کے خلاف بولنے اور گستاخی کرنے
 سے باز نہ آئے اور آئندہ ہمارے سامنے توحید بیان کی تو ہم تمہیں سنگسار
 کر دیں گے قرآن بیان فرماتا ہے کہ اس بستی میں ان تین پیغمبروں کی
 دعوت پر ایک آدمی ایمان لایا اور اس ایماندار شخص نے بھی اپنی قوم کو اللہ
 کے مقابلے میں دوسروں کو پکارنے سے منع کیا قوم کے لوگوں نے اس مومن
 شخص کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم بھی ان پیغمبروں
 کی بات مان کر بے دین اور گمراہ ہو گئے ہو پہلے تو ہم تمہیں سمجھاتے ہیں کہ
 اپنے باپ دادا کے دین میں واپس آ جاؤ ورنہ ہم تمہیں بھی سنگسار کر دیں
 گے لیکن اس مومن جو انہوں نے پوری قوم کو جواب دیا کہ اگر میں نے ایک اللہ
 کو چھوڑ کر تمہارے خود ساختہ معبودوں کو پکڑنا شروع کیا تو پھر اِحْتِ
 اِذَا لَقِیْتُ صُلَّیْ قُبُیْنِ ۵ میں بھی کھلی گمراہی میں ہوں گا جس طرح
 تم سب گمراہ ہو۔ اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْا ۵ سن لو!
 میں نے اپنے اور دینے والوں کے دین میں تمہارے رب پر اعلانیہ ایمان
 لا چکا ہوں۔

یہ سنتے ہی وہ سارے لوگ اس مرد مومن پر ٹوٹ پڑے اور
 اس کو شہید کر دیا اللہ نے اس کے لیے حکم فرمایا قِیْلَ اَنْ خَلِّ الْجَنَّةَ
 کہ "جنت میں داخل ہو جا" لاش ان ظالموں کے درمیان پڑی ہوئی تھی
 لیکن اللہ نے اس مومن شہید کو بدخنی بدن کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا
 جنت میں داخل ہونے کے بعد اس نیک بندے نے خواہش ظاہر کی کہ کاش
 میری قوم کو معلوم ہو جلتے، جو مجھے گمراہ سمجھ رہی تھی، کہ اللہ نے میری بخشش

نہا کہ مجھے غرت والوں میں شامل کر دیا۔

اسی طرح قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے اہل کتاب قوم بنی اسرائیل کو کفر و شرک سے منع کیا اور نصیحت کی **فَلْيَتْلُو** **اِسْمَ رَبِّهِمْ** **اِذْ يَخُذُوهُ** **وَاللّٰهُ رَءِیٌّ** **وَدَّ بَصُکُمْ** کہ ”اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو کہ میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی“ (اللہ کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ) کہو کہ **اِنَّهُ** **مَنْ** **یَشْرِکْ** **بِاللّٰهِ** **فَقَدْ** **خَدَّعَ** **حَدَّیْہِ** **اللّٰهُ** **عَلٰیہِ** **الْحَبَیْہُ**، ”جو بھی (تو) کسی ادا دے گا وہ کسی پیغمبر کا باپ ہو، بیٹا ہو، بچا ہو، کوئی رشتہ دار ہو یا کوئی اور شخص، اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ نے ایسے شخص پر جنت حرام کر دی ہے۔“ **وَمَا** **اَدٰہُ** **النَّارُ** **وَقَالَ** **لِلْمُظَلِّمِیْنَ** **مِنْ** **اَنْضَارِہٖ** ”اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہ ہو گا۔“ (المائدہ: ۷۲) یعنی جن کو یہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور ان کو اپنا کار ساز سمجھتے ہیں، اللہ کو چھوڑ کر چاہے وہ فرشتے ہوں، پیغمبر ہوں، اولیاء اللہ ہوں یا ان کے خود ساختہ معبود، کوئی بھی اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد نہیں کر سکے گا۔

اللہ کے اس پیغمبر عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے قوم کے سامنے اللہ کی عطا اور اس کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنے، مادر زاد اندھوں کو بینا کرنے، برص کے مریضوں کو تھیک کرنے اور مٹی سے بنے ہوئے پرندوں کو ہر اہم اثرانے کے معجزات دکھائے لیکن اس کے باوجود بھی ان اہل کتاب اور انبیاء کی اولاد ہونے کے دعویداروں نے عیسیٰ علیہ السلام پر جادوگر، جال، گمراہ اور کفر کے فتوے لگائے اور اپنے اس پتے خیر خواہ سے انتہائی نفرت کا

انہما کیا یہاں تک کہ اس قوم کے علماء مشائخ اور لوگوں نے حکومت و وقت سے مطالبہ شروع کر دیا کہ عیسیٰ ابن مریم کو گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکایا جائے انھوں نے ”بسیل امونین“ کو چھوڑ کر اپنا ایک الگ راستہ (دین) اختیار کر لیا ہے آخر کار اس سیاسی حکومت نے اکثریت کا مطالبہ مان کر اللہ کے پیغمبر رسول عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے سوئی پر چڑھانے کا حکم صادر کر دیا، لیکن رب کائنات نے (جس کو عیسیٰ علیہ السلام کی اس طرح موت منظور نہ تھی) عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس زندہ آسمانوں میں اٹھالیا۔ اور انھیں بنی اسرائیل کے علماء و مشائخ، حکمرانوں اور ان کی اندھی پیروی کرنے والے لوگوں کے کوفہ و غیب سے بچا لیا۔

قرآن تمام گز سے ہوئے لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ **وَلَقَدْ** **جَاۤءَ** **تَہْمُزُ** **رُسُلُہُمْ** **بِالْبَیِّنٰتِ** **فَمَا** **كَانُوا** **لِیُؤْمِنُوْا** **جَمًا** **كَذَّبُوْا** **مِنْ** **قَبْلِ** **مَط** ”ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لیکر آئے مگر وہ ایسے لوگ نہیں تھے کہ جس بات کو پہلے چھٹلا چکے ہوں، اس پر ایمان لے آئیں“ (الاعراف: ۱۰۱) **فَلَمَّا** **جَاۤءَ** **تَہْمُزُ** **رُسُلُہُمْ**

لے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اللہ کی مشیت کے تحت آسمانوں میں زندہ ہیں قیامت سے پہلے ایک اسی کی حقیقت سے زمین پر دوبارہ آئیں گے اور آسمانوں کی امامت سنبھالیں گے۔

نوٹ:۔ (اگر زندہ پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کو پکارنے والے سیائی کافر و شرک ہیں تو پھر وفات شدہ پیغمبر کو پکارنے اور ان سے مدد طلب کرنے والوں کو اپنی حقیقت کا تعین کر لینا چاہیے)

بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ اور جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو علم (ان کے خیال میں) ان کے پاس تھا اس پر فخر کرنے لگے (اور رسولوں کا مذاق اڑانے لگے) (المومن: ۸۲)
وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ۝ اور ہم نے ان لوگوں کی اکثریت کو وعدہ نبھانے والا نہیں پایا بلکہ ہم نے ان کی اکثریت کو (بدعہد) نافرمان پایا (الاعراف)
تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی تو رسول کے بعد ایسے اب قرآن سے اللہ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ السلام کا حال پوچھتے ہیں جب انھوں نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی طرف بلاتے ہوئے نصیحت کی اِنَّهُمْ النَّاسُ فُوتُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَقْلِيحُوا کہ "اسے لوگو! اس بات کا اقرار کر لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود (داتا، دستگیر، مشکل کش، حاجت روا، فریادرس یا غوث) نہیں تو (دنیا و آخرت میں) کامیاب ہو جاؤ گے" قرآن بتاتا ہے کہ اس بہترین نصیحت اور جوہری بات کے حجاب میں قوم والوں نے (جو خانہ کعبہ کے مجاور حج کرنے اور حاجیوں کی خدمت کرنے والے لوگ تھے) محمد صلی اللہ علیہ السلام پر اعتراضات، فتروں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور کہنے لگے کہ تم مجنون ہو گراں ہو، شاعر ہو، جھوٹے ہو، جادوگر ہو، نفس پرست ہو، جادو زدہ ہو، کاہن ہو، بڑا بڑا چاہتے ہو، شہرت چاہتے ہو، گستاخ ہو، سب ادب ہو، رحمن کے نہیں شیطان کے پیغمبر ہو، وغیرہ وغیرہ۔

اللہ نے قرآن کے ذریعے ان کے ایک ایک اعتراض کا اور نتوے کا جواب دیا اور فرمایا مَا صَلَّىٰ صَاحِبُكُمْ وَمَا عَوَىٰ ۚ تَبَارَكَ رَبُّنَا (محمد) نہ راستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔ وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ

اور نہ خواہش نفس سے نہ سے بات نکالتے ہیں (النجم: ۳) وَمَا هُوَ بِمَنْزِلِ شَاعِرٍ ۖ وَدِرْكَمٍ شَاعِرٍ کسی شاعر کا کلام نہیں (الحاقة: ۴۱) وَلَا يَمْثُلُ كَا هِنٍ ۖ اور نہ ہی کسی کاہن کا کلام ہے (الحاقة: ۴۲) یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ شاعر ہیں اور نہ کاہن۔

اور خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تسبیح دی کہ آپ لوگوں کے اعتراضات اور فتروں کی پرواہ نہ کریں فَذَكِّرْ ۚ فَمَا آتَتْ يُنْعِمَتٌ رَّبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۖ (تو اے رسول!) تم نصیحت کرتے رہو، تم اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن رہو اور نہ مجنون (دیرانے)۔ (الطور: ۲۹)

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ اعْلَمُ بِالْمُهْذِبِينَ ۝ بلاشبہ تمھارا رب خوب جانتا ہے اسے بھی جو راستے سے بھٹک گیا ہے اور انھیں بھی جو ہدایت پر ہیں۔ (القلم: ۷)

فَلَا تَطِغِ الْمَكَذِّبِينَ ۝ پس تم بھٹکانے والوں کا کہا نہ مانا۔ (القلم: ۸)

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ ۝ اور تم اخلاقی اعتبار سے بڑے اہم (مقام پر) ہو۔ (القلم: ۴) قَاصِدٌ بِمَا تَوَمَدُوا عَنْ رُضٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝ پس جو تم کو (اللہ کی طرف سے) ملامت دے (لوگوں کو) سنا دو اور مشرکین کی پرواہ نہ کرو۔ (الحجر: ۹۴، ۹۵)

وَاللَّهُ لِعِصْمِكَ مِنَ النَّاسِ ط ۖ اللہ تمھیں لوگوں سے

پچھائے رکھتے گا، (المائدہ : ۶۷) فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ يَسِيَ اللَّهُ
ہی پر بھروسہ رکھو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ لوگوں کی مخالفت کی
پردہ کرنا اور ان کے مطالبات اور اعتراضات کو اہمیت دینا لوگوں کی اکثریت
نہ پہلے انبیاء علیہم السلام سے خوش ہوتی اور نہ آپ سے خوش ہوگی
ان کی اکثریت ہمیشہ گمراہ ہوتی ہے، اس لیے اکثریت کی بات مانو گے تو
وہ بھٹیں بھی گمراہ کر دیں گے وَإِنْ تَطَلَعْتَ لَنَجِدَنَّ مِنْ جِنِّ الْأَرْضِ
يَصْنَعُونَكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ اور اگر تم نے زمین پر اکثریت کی بات
مانی تو وہ بھٹیں بھی اللہ کی راہ سے پھیر دیں گے (الانعام : ۱۱۷)
وَكَثَرَ النَّاسُ لَا يَعْلَمُونَ ۚ اور اکثر لوگ نہیں سمجھتے
(المومن : ۵۷)

وَكَثَرَ النَّاسُ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ اور اکثر لوگ ایمان نہ لاتے۔
(المومن : ۵۹)
وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهْمٌ مِّثْرُكَ ۚ
”اور ان لوگوں کی اکثریت اللہ پر ایمان نہیں رکھتی مگر شرک کے ساتھ۔“
(یوسف : ۱۰۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ کی قوم یہ چاہتی ہے
کہ آپ ان کو مومن و مسلمان تسلیم کر لیں اور کافر و مشرک کہنا چھوڑ دیں ان کے ساتھ
اتحاد کر لیں اور ان کے نظریات و عقائد کی مخالفت کرنا چھوڑ دیں تو اس طرح
یہ بھی آپ کی مخالفت چھوڑ دیں گے۔
وَذُو الْقَوْلِ هَٰذَا قَدْ هَمَّتْ ۚ ۚ یہ لوگ چاہتے ہیں

کہ تم نرمی اختیار کرو تودہ بھی نرم ہو جائیں۔ (القصص : ۹) فرمایا کہ یہ لوگ
آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ اس قرآن میں کچھ تبدیلی کر لیں جس میں
طاغوت اور ان کے مسجد و دُل کا انکار نہ ہوتا کہ وہ اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے
مسجد و دُل کی بھی بندگی کر سکیں اور کرتے رہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرمایا گیا کہ ان بیوقوفوں سے کہہ دو مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ
مِنْ تِلْكَ آيَةٍ نَفْسِي ۚ کہ مجھے کوئی اختیار نہیں کہ اس (قرآن) میں
اپنی طرف سے تبدیلی کروں۔ ان سے کہہ دو کہ یہ تو اللہ کا نازل کردہ کلام
ہے اور کہیں اگر میں نے اس میں کوئی رد و بدل کی یا اس کو تم تکسبہ پہنچانے
میں اپنے رب کی نافرمانی کی تو اِنِّیْ أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَجَبًا
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۚ مجھے قیامت کے دن کے عذاب کا خوف
ہے اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ (یونس : ۱۵)

غرض قرآن و حدیث گواہ ہیں کہ مکہ (عرب) کے لوگوں نے
اپنے اصلی خیر خواہ دہمرد اور اللہ کے سچے اور آخری رسول کی بات نہیں
مانی۔ ان کی مخالفت کی، ان کو گالیال دیں، ان پر پتھر اڑ کر کے لہو لہاں
کیا، ان پر خاک اڑائی، ڈرایا دھمکایا، ان کے گلے میں چادر کا بھینڈا ڈال کر
کھینچا یہاں تک کہ ان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ کے رسول کو اپنے
آہائی وطن میں نہ رہنے دیا۔ یہی سدیہ ان لوگوں کا صحابہ کرامؓ کے ساتھ تھا لے

لَهُ إِنَّ الَّذِينَ أَحْبَبُوا مَا لَوَيْنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَصْطَكُونَ ۚ
وَإِذَا مَدَّ إِلَيْهِمُ يَتَخَفَتُونَ ۚ فَإِذَا رَأَوْهُمُ قَالُوا
إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَنَصَابُونَ ۚ بلاشبہ مجرم (کافر) لوگ اہل ایمان سے

ان کو بھی گمراہ اور بے دین سمجھ کر گرم ریت اور پتے انگاروں پر لٹایا گیا
پانی میں ڈبکیاں دی گئیں، مارا پیٹا گیا۔

ان تمام ایذا رسائیوں اور مخالفتوں کی وجہ سے آخر کار اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے، ان تائے ہوئے مظلوم دیریشان
حال صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ میں اہل کتاب یہودیوں
کے بڑے بڑے عالم و فاضل موجود تھے۔ انھوں نے جانتے
ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا اور گمراہ ہونے کے فتوے لگائے
ان اہل کتاب لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنے
احبار و رہبان کی باتوں اور فتوؤں پر ایمان رکھا جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں
فرمایا ہے اَتَّخِذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرَهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ
کہ انھوں نے اپنے مولویوں اور بیروں کو اللہ کے مقابلے میں
رب مان لیا ہے۔ (التوبہ : ۳۱)

ان اہل کتاب علماء و مشائخ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو
مباحثوں اور مناظروں کے چیلنج دیے لیکن مناسب حد تک بات سمجھا دینے
کے بعد اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان فرق پرست، قبر
پرست اور دین فروشوں سے کہہ دو لَعَالَوْفَدَعُ آبَتَاؤُنَا وَابْنَاؤُ
كُم وَنِسَاءؤُنَا وَنِسَاءكُمْ وَالنَّفْسَانَا وَالنَّفْسَكُم نَنفَكُ
نَبْشَكُلْ فَتَجْعَلُنَّ لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَى الْمَكِيدِينَ ۝ کہ "اؤ ہم اپنے بیروں
باقی حاشیہ ۷۷۷

ہنسی کیا کرتے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے
اور جب ان (ایمانداروں) کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو گمراہ ہیں۔

(المطففين : ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲)

اور اپنی بیویوں اور تم اپنے بیٹے اور بیویوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی ایسے اور تم
بھی آؤ، پھر دونوں فریق (اللہ سے) دعا کریں کہ وہ جھوٹوں پر لعنت کرے۔
(آل عمران : ۶۱)

انذار لگائیے ! جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو
نبائی تقریروں، دلائل اور مناظروں سے قائل نہیں کر سکے۔ تو اس امت میں
اور کون ایسا ہو سکتا ہے جو ان فرقہ پرست اور دین فروش علماء و مشائخ کو
سمجھا کر قائل کر سکے۔ ڈاکٹر عثمانی مرحوم تو رسول کے ایک عام آمتی ہیں۔ کون
نہیں جانتا کہ کائنات کے فیصلے اللہ اکیلا کرتا ہے اور اپنی مرضی سے کرتا ہے
وہی المحی، الممیت، السميع، الخبير، البصير، العليم
ہے۔ ان صفات میں اس کا کوئی سا بھی دشریک نہیں ہے یہ باتیں تو یہودی
علماء بھی جانتے اور مانتے تھے اسی لئے تو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرمایا کہ آپ ان سے کہیں يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَمْ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ وَلَا
تَشْرِكْ بِهِ شَيْئًا۔ کہ "اے اہل کتاب ! آؤ اس بات کی طرف
جہم میں اور تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کریں اور
اس کے ساتھ (اس کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں) کسی کو شریک
نہ ٹھہرائیں۔ وَلَا يَتَّخِذَ لِحُضُنَا لِحُضُنَا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ
اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے علاوہ اپنا کار سا سمجھے۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا
فَعَلْنَا لَشَرًّا بِمَا شَهِدْنَا بِإِبَانَتِنَا مُسْلِمُونَ ۝ اور اگر یہ لوگ اس بات کو
نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم اللہ کے ذرمانبردار ہیں۔"

(آل عمران : ۶۴)

ان باتوں کو ماننے اور جاننے کے باوجود اہل کتاب میں سے صرف
 دو یا تین افراد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔
 قرآن سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو عالم ایک مرتبہ کسی باطل فرقے
 یا مسلک سے وابستہ ہو جاتا ہے اس کے بعد پورا قرآن دلیل کے طور پر اس کے سامنے
 پیش کر دیا وہ کبھی اپنے باطل فرقے کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ اَلَا مَآثًا لِلّٰہِ لَیْزُکُمْ اَس
 فرقے کے ساتھ اس کا مفاد وابستہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر فرقے کے بانی نے کوئی
 غلط بات کی بھی ہوگی تو یہ عالم اس غلط بات کو اپنے علم کے بل بوتے پر
 صحیح ثابت کرنے، اپنے فرقے کے بطلان کا دفاع کرنے اور اس طرح فرقے
 کے جھنڈے کو بلند کرنے کی کوشش کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تمام باطل فرقوں کے
 ماننے والوں کے پاس جہالت پر مبنی ایسے اثر کرنے والے دلائل ہیں جن سے
 عوام الناس متاثر ہو رہے ہیں لیکن رب ذوالجلال نے ایسے علماء سے بچنے کے
 لئے ایمانداروں کو خبردار کیا ہے اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَابِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ
 لَیْسَ اَکْثَرُکُمْ اٰمُوْا لَیْسَ اَکْثَرُکُمْ اٰمُوْا لَیْسَ اَکْثَرُکُمْ اٰمُوْا لَیْسَ اَکْثَرُکُمْ اٰمُوْا
 (مولویوں اور پیروں کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے
 سے کھاتے ہیں۔ اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ وَیَصِدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ
 اللّٰہِ ط "ان لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔" (التوبہ: ۲۴)

لے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں الَّذِیْنَ اٰتٰیْنٰھُمْ الْکِتٰبَ
 یَعْرِضُوْنَ حَتّٰی کَمَا یُعْرِضُوْنَ اٰیٰتِنَا ھُتُوْ
 "جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ ان (ہمارے پیغمبر) کو اس طرح جیتے
 ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو بیچنا کرتے ہیں۔" (الانعام: ۱۰)

۱۰ یعنی لوگوں کی دنیا لوٹنے کے ساتھ ساتھ ان کی آخرت کو بھی
 برباد کر دیتے ہیں۔ اسی لئے اللہ نے قرآن میں ایسے عالم کی نشاندہی ان الفاظ
 میں بھی کی ہے کہ آخرت کو چھوڑ کر دنیا حاصل کرنے والے عالم کی مثال کتنے کی
 سی ہے ہر ذلت کھانے (مال حاصل کرتے) کے جگر میں پتو لپٹے کہ کبھی سے
 کچھ مل جائے (الاعراف: ۱۷۵، ۱۷۶) یہ اپنی مزدوری اور اجرانوں
 سے مانگتا ہے اور جب اللہ کے بندے اس کی توجہ اللہ کے اس فرمان کی طرف
 مبذول لاکے اس کو منع کرتے ہیں وَلَا تَشْتَرُوْا اٰیٰتِیْ تَمْتًا قَلِیْلًا
 کہ میری ہیبتوں کو تمہاری سی دنیوی قیمت کے عوض نہ بیچو۔ (البقرہ: ۲۳)
 تو یہ سند یافتہ چالاک جواب دیتا ہے کہ یہ آیت تو یہودیوں کے لئے اتنی
 ہے۔۔۔۔۔ دین فروش مولوی کے اس جواب کا تو پھر یہ مطلب ہوا کہ نماز
 روزہ، زکوٰۃ، جہاد اور تبلیغ جیسی عبادات صرف یہودیوں پر فرض تھیں، اسی
 طرح کفر و شرک، قتل، زنا، سود، حوا، دہ سون کا مال کھانے، چھدی کرنے
 اور مال باپ کی نافرمانی کرنے سے صرف ان کو منع کیا گیا تھا۔ مسلمانوں کے لئے
 یہ احکامات نہیں ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے جو پیغمبر ان اہل کتاب پر
 عوام تھیں وہ مسلمانوں پر بھی حرام ہیں لے اور جو عبادات ان پر فرض تھیں

لے ہر دور کے مومن سے اللہ نے اس کی جان و مال کا جتنے عرصے سوا ایک ہر پہلے
 مومن کو اللہ کے دین یا کلام پر مال کمانے کی اجازت تھی اللہ آج کے مومن کو اس
 ات کی اجازت ہے کہ وہ دین یا کلام اللہ پر مال و جائیداد
 بوج کرے وَغَدَّ عَلَیْہِ سَقًّا فِی الْمَعٰلِیِّ وَالْاَنْفِیْلِ وَالْمَعٰلِیِّ
 یہ توراۃ، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ہر مومن کی فہمزداری (التوبہ: ۱۱)

وہ کچھ گھٹا بڑھا کر مسلمانوں پر بھی فرض کی گئی ہیں۔

اسی طرح اگر تو راست و انجیل کی آیتیں بیچنا حرام تھیں تو قرآن کی آیتیں بیچنا بجا دلی احرام ہوں گی کیونکہ قرآن افضل ترین اور اللہ کی آخری اور مکمل کتاب ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا گیا کہ اے نبیؐ ان لوگوں سے کہہ دیں لَا آسَأْتَدُّكُمْ عَلَيْهِ اجْبُرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرًا لِّلْعَالَمِينَ ہ کوئیں تم سے اس قرآن کا بیچنا بیچنا ہے پر اجریا معاوضہ نہیں مانگتا۔ یہ تو محض جہان دالوں کے لئے نصیحت ہے (الانعام: ۹۱) اور فرمایا کہ اس نصیحت (قرآن) پر عمل کرنے والے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں گے اور اس نصیحت سے انکار کرنے والے دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے۔

اب حق و انصاف کی بات تو یہ تھی کہ قرآن کو لہک لہک کر پڑھنے والا قرآن کا یہ عالم، اللہ کی کتاب پر پہلے خود ایمان لے جتنا اور پھر دوسروں کے سامنے بغیر کسی دنیاوی لالچ یا خوف کے اسے بیان کرتا لیکن اس ظالم پڑیہ نے محض دنیاوی مفاد کی خاطر کتاب الہی کے مفہوم کو بدل ڈالا بیچنا بیچنا یہی حال مولوی ابوجابر داناوی کا ہے۔ آج یہ ڈاکٹر شہنائیؒ کی دشمنی میں توحید اور قرآن سے متنفر ہو گیا ہے توحید کے مقابلے میں شرک اور گمراہی پھیلانے لگا ہے اور قرآن کے مقابلے میں اماروں اور استبدادوں کے اقوال و پیش کرتا ہے حالانکہ دھوکہ دینے کے لئے یہ قرآن و حدیث پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی کرتا ہے لیکن جو عقیدہ اور ایمان اس نے اپنایا ہے وہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث صحیحہ میں۔ اس کا عقیدہ اور ایمان یہ ہے کہ "دفن ہونے کے بعد مردے میں کچھ دیر کے لئے روح رہتی جاتی ہے اور وہ زندہ ہو جاتا

بے بعد میں اس روح کا اس مردہ جسم کا تعلق قائم رہتا ہے، براہین نیازتؒ نے مذہب جھوٹی روایت کو اپنی کتاب "الدین الخالص" میں درج کرنے سے ابد گھٹا ہے کہ یہ سب سے زیادہ صحیح اور مشہور روایت ہے حالانکہ اس مشہور اور صحیح روایت میں کہیں پر یہ نہیں بیان کیا گیا کہ کچھ دیر کے لئے مردہ زندہ ہو جاتا ہے یا مردہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق رکھتا ہے اور دوبارہ شرح لے کر اکل جانے کا ذکر ہے اس جھوٹی روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس روح کو واپس زمین کی طرف لے جاؤ، اسے میں نے زمین سے پیدا کیا ہے اور زمین ہی سے اٹھاؤں گا۔ اس روایت کے شیعہ راویوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے حالانکہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن میں فرمایا ہے کہ یہ کفار و مشرکین تم سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ وَمَنْ آتَا قَوْلَهُمْ قُلِ اَلْعِلْمُ اِلَّا قَلِيلٌ لَّاه اور تم لوگوں کو (اس کے بارے میں) بہت ہی کم علم دیا گیا ہے (بنی اسرائیل: ۸۵) روح کا مکمل اور حقیقی علم صرف اللہ کو ہے ماننی روح مٹی سے نہیں بنی ہے البتہ انسانی جسم مٹی سے بنا ہے۔ تمام بدعتیہ اور قبر و رتول کا منہ پر ہمارا یہی ایک روایت ہے جب کہ اس کی بنیاد ہی صحیح نہیں ہے بلکہ سب سے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے پھر کمال کی بات تو یہ ہے کہ اس روایت میں کہیں پر قبر کا نام نہیں ہے اس کے باوجود یہ مردہ لاشوں کے برابر ہی اس روایت سے ارضی قبروں میں مردہ کو زندہ ثابت کرنے کی کام کو کشتش کرتے ہیں صاحب کتاب (الدین الخالص) نے اس روایت کے ساتھ ساتھ بخاری و مسلم کی احادیث بھی پیش کی ہیں حالانکہ بخاری یا

مسلم کی کسی حدیث میں بھی مردہ کے زندہ ہو جانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان میں مردہ قبر میں دفن ہونے کے بعد بھی مردہ ہی رہتا ہے اب ظاہر ہے جو... براء بن عازبؓ سے منسوب روایت پر ایمان رکھے گا تو اسے بخاری و مسلم کی اٰبِیْتِیْتِ لِسَمِیْعٍ قَدْ رَخَّضَ الْكَلَامَ الْمِیْتِ عَلٰی الْجَنَازَةِ دالی ردائشول سے انکار کرنا پڑے گا کیونکہ بخاری و مسلم نے قبر میں زندہ ہونے کا انکار کر دیا ہے وہ اپنی احادیث میں وضاحت بیان کرتے ہیں کہ مردہ دفن ہونے کے بعد بھی مردہ ہی رہتا ہے اس میں قیامت سے پہلے روح نہیں لوٹائی جاتی اور نہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے بلکہ وہ قیامت تک عالم برزخ میں رہتی ہے جہاں وہ عذاب یا ثواب کی کیفیت سے دوچار ہوتی ہے یہ لاشول کے بیوپاری اور قبرول کو چائٹنے والے دلیل کے طور پر بخاری کی ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں کہ دیکھو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے مقتولوں (مردوں) سے کلام کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مردے سنتے ہیں حالانکہ اللہ سے ڈرنے والا سمجھتی یہ بات جانتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے خطاب کرنا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ ان کو زندہ یا سنتے والے سمجھ رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان سے خطاب میں یہ بھی فرمایا تھا۔ فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا۔ کیا نبی اکرم صلی اللہ کو ان پر عذاب الہی میں شک تھا کہ ان سے یہ پوچھ رہے تھے، نہیں بلکہ یہ خطاب کا وہی انداز تھا جو ہزاروں سال پہلے ان کے دادا ابراہیمؑ نے تول کو توڑنے سے پہلے ان سے نفرت کے اظہار کے طور پر فرمایا تھا جب انھوں نے بتوں کے سامنے رکھے ہوئے تبرکات (شیرینی وغیرہ) دیکھ کر فرمایا تھا اَلَا تَأْكُلُوْنَ

کہ اے تو! تم اپنے سامنے رکھی ہوئی نیازی ان چیزوں کو کھاتے کیوں نہیں؟ مَالَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ہ تمہیں کیا ہو گیا ہے بات کیوں نہیں کرتے؟ (الصَّفَّۃ: ۹۱، ۹۲)

کیا ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ بت کھاتے ہیں سنتے ہیں یا کلام کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! یہ صرف دل کی نفرت اور ان سے بیزاری کے طور پر اظہار حق کا معاملہ تھا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس موقع پر دل کی نفرت اور بیزاری کا زبان سے اظہار کیا ہے کہ بد سمجھو! اگر اللہ اور رسول کی بات مان لیتے تو کتنا اچھا ہوتا اللہ اور اس کے رسول کی بات نہ مان کر تم نے دنیا کی رسوائی کے ساتھ اپنی آخرت کو بھی ہمیشہ کے لئے برباد کر ڈالا۔

عمر رضی اللہ عنہ، جو باقی صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے کا زیادہ حوصلہ رکھتے تھے وہ عرض کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا، آپ مردوں سے کلام کرتے ہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اے عمرؓ! میری بات یہ تم سے زیادہ سنتے ہیں

اے عمر رضی اللہ عنہ سننے تو یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تیرہ سال کی مکی اور دو سال مدنی زندگی میں کبھی یہ تعلیم نہیں فرمائی تھی کہ مردے سنتے ہیں یا کلام کر سکتے ہیں اور قرآن کی ۸۶ مکی سورتوں میں یہ بات بیان ہوئی تھی ران سورتوں میں تو مردوں کے بارے میں ہر جگہ یہی آیا ہے کہ مردے نہ سنتے ہیں اور نہ کلام کرتے ہیں بلکہ یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد مردے گل مٹر مٹی ہو جاتے ہیں اور مرنے کے بعد ان کو پھر قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ نے ساری بات سن لینے کے بعد ہی تو عرض کیا تھا اور وہ
 وہ کیوں پوچھتے؟ ثابِت یہ ہوا کہ یہاں سننے سے مراد جاننا یا سمجھنا ہے۔
 دوسرے الفاظ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ تم نے وہ
 کچھ نہ دیکھا اور نہ محسوس کیا جو کچھ ان مشرکین نے دیکھ لیا اور محسوس کر لیا ہے
 تمہارا جس غیب پر ایمان ہے وہ غیب ان پر شہود بہشکر سب کچھ ظاہر
 ہو گیا ہے۔ اسی بات کی وضاحت مسلمانوں کی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا
 نے بھی کی ہے جب ان کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی تو انھوں نے جواب
 میں فرمایا کہ یہاں سننے سے مراد جان لینا یا علم ہو جانا ہے (بخاری) اور پھر قرآن
 کی یہ آیت تلاوت کی اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْكُفْرَانَ وَلَا تَسْمَعُ الْكُفْرَانَ
 الدُّعَاءُ اِنْ اَوْ تَوَلَّوْا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ يَشْكُرْ مِمَّ مَرُدُّوْنَ كَوْنِهِمْ سَمَّا
 سکتے اور نہ بہر دل کو جب کہ وہ بیٹھ بھیر کر چل دیں۔ (النمل: ۸۰)
 اَمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ دین کو سمجھنے والا کون ہو سکتا ہے؟
 اب جس میں رتی بھر بھی ایمان ہو گا وہ تو اس حدیث سے مُردوں کا سماع مراد
 نہیں لے گا اور نہ اس سلسلے میں خدا اور انسان سے کام لے گا بلکہ قرآن و حدیث کی
 مطابقت میں یہی مراد لے گا کہ وہ مشرکین موت سے ہٹکارا ہوتے ہی اپنے
 انجام سے واقف ہو گئے اور ”برزخ“ میں پہنچ کر عذاب سے دوچار ہونے کے
 بعد اللہ کے وعدے کی صداقت کو جان گئے۔

اَنْتُمْ بَعِثْتُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو آيَاتِ رَبِّكُمْ ۚ فَاِذْ تَقُولُ لِمَنْ يُرْسِلُكَ رَبِّيْهِمْ ۖ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّشْرِكُونَ
 اَمَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ وَلَٰكِنْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّشْرِكُونَ
 اور دیکھئے والے ہوں گے یا: (مریم: ۳۸)

اسی طرح یہ لوگ مسلم کی خیر کے بدکنے والی روایت پیش کر کے
 دعویٰ کرتے ہیں کہ گنہگاروں کو اپنی ارضی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے اگر
 اس حدیث کا یہی مفہوم ہوتا تو پھر نہ جانور، موسیقی کبھی قبرستان میں داخل
 ہوتے اور نہ قبرستان کے درختوں پر پرندے ہی بیٹھ سکتے جب کہ دیہاتوں
 میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ چوپائے قبرتالوں میں چرتے پھرتے ہیں اور پرندے
 ان کے درختوں پر گھونسلے بناتے ہیں کیونکہ اکثر قبرستانوں میں بنبرہ اور درخت
 وغیرہ زیادہ ہوتا ہے بلکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جنگلی جانوروں نے قبرستانوں
 سے نو مدفون لاشیں نکال کر ان کو نقصان بھی پہنچایا ہے اسی وجہ سے یہاں
 میں تازہ قبروں پر کانٹے دار درخت کی ٹہنیاں اچھی طرح سے دبا کر رکھ
 دی جاتی ہیں تاکہ ملامت کو کوئی جانور میت کو باہر نکال کر نقصان نہ پہنچا سکے
 اسی طرح سمندر میں دریاؤں میں آئے دن کتنے انسان ڈوب جاتے ہیں
 ان میں ہندو، سکھ، عیسائی اور دیگر غیر مذاہب والے بھی ہوتے ہیں ہندی
 مخلوق مچھلیاں وغیرہ ان لاشوں کے اعضاء کو کھا جاتی ہیں کیا مچھلیاں وغیرہ
 غیر مکلف مخلوق نہیں ہیں۔ پاری (آتش پرست) اپنی میت کو کھلی جگہ
 رکھ کر لوہی چھوڑ دیتے ہیں جسے گدھ وغیرہ نوچ نوچ کر کھا جاتے ہیں لہٰذا

لے جنگ احد کے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مسلمانوں کو ایک
 گھائی پر متین کر کے نصیحت فرمائی تھی کہ اگر تم دیکھو کہ ہماری لاشوں کو گدھ
 نوچ رہے ہیں تب بھی اس دوسے کو نہ چھوڑنا (بخاری) گویا نبی اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے نزدیک کھلی پڑی ہوئی لاشوں کو گدھوں کا نوچنا کوئی غیر معمولی
 بات نہ تھی بلکہ عین ممکن اور معمول کا عمل تھا۔

ثابت ہوا کہ ان مردہ جسموں کو عذاب نہیں ہوتا اور نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کے مطابق کوئی جانور یا جاندار بھی ان مردہ لاشوں کے قریب نہ پھٹک سکتا حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے پتھر کے بدکنے والے واقعہ سے اپنے نبی کے ذریعے ان نول کو برزخ کے عذاب سے ڈرایا ہے اور یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا تھا اور نہ کتنے چوپائے، گدھے، گھوڑے اور سچر وغیرہ آج بھی یہودیوں، عیسائیوں اور کافروں، مشرکوں کے قبرستانوں میں بڑے مزے اور سکون سے چرتے رہتے ہیں اور کبھی کوئی ایک بھی نہیں بدلتا جس سے ثابت ہوا کہ ان ارضی قبروں میں عذاب نہیں ہوتا اور حدیث میں جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص سچا تھا۔
مشرکوں، کافروں اور گنہگاروں کو عذاب ضرور ہوتا ہے لیکن یہ عذاب برزخ میں ہوتا ہے اس دنیاوی گڑھے (قبر) میں نہیں ہوتا۔ مسجد نبوی جہاں تعمیر ہوئی ہے وہاں یہ مشرکوں کی کچھ قبریں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ان قبروں کو اکھیر دو (بخاری) اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہی قبروں میں عذاب کے قائل ہوتے تو کیوں یہ حکم فرماتے کہ ان قبروں کو کھود ڈالو اور ان کے اندر مدفون جسموں کو جہنم سے باہر نکال دو یا اگر اس بات کے قائل ہوتے کہ یہی ارضی قبریں جنت یا جہنم بن جاتی ہیں تو پھر یہ حکم دینے کے بجائے سختی کے ساتھ منع فرماتے

لے بصورت دیگر قرآن و حدیث کے خلاف عقیدہ بنانے کے علاوہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یہ جانور، گھوڑے، گدھے اور سچر وغیرہ بھی اب الہ بدیشہ اور مولیوں کی طرح اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

دہر دار! مردوں کو اپنی قبروں سے باہر نہ نکالو کیونکہ کافر کو قبر سے نکالنا، جہنم کے گڑھے سے نکالنا ہوتا اور مومن کو قبر سے نکالنا گویا جنت سے باہر نکالنا ہوتا لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے جس کے مطابق پرانی قبروں کو ہموار کر کے ان میں نئی لاشیں دفن کی جاسکتی ہیں اور جس پر آج تک امت مسلمہ میں عمل ہوا ہے۔

آج کے دور میں تو یہ مسئلہ سمجھنا اور بھی آسان ہو گیا ہے جب کہ مردہ ان نول کے اعضاء زندہ افراد کو لگائے جاتے ہیں۔ سری لنکا کے مردہ ہندوؤں کی آنکھیں یہاں پاکستان اور دیگر ممالک میں زندہ ان نول کو لگائی جاتی ہیں اگر اسی دنیاوی مردہ بدن کو عذاب دیا جاتا یا قیامت سے پہلے اس جسم سے عذاب کا تعلق ہوتا تو پھر جس زندہ شخص کو مرنے والے کی یہ آنکھ لگائی گئی ہوتی وہ تو چلاتا پھرتا کہ بھائی نکالو اس آنکھ کو اس میں عذاب کی وجہ سے شدید جلن یا تکلیف ہو رہی ہے جو ناقابل برداشت ہے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ کسی نے آج تک اس کی شکایت کی ہے اس سے ثابت ہوا کہ اس دنیاوی مردہ بدن کو مرنے کے بعد قیامت تک عذاب نہیں ہوتا۔ اِنْ هِيَ اِلَّا نَفْسٌ لَا يَلْبِثُ اَلْقَوُفُ فِيْهَا عِقْلُوْنَ ہ اس میں عقل رکھنے والوں کے ایسے نشانیال ہیں۔

مسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے کہ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ قبر کے سمت عذاب سے ڈر کر تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ کی طرف سے تمہیں بھی قبر کا عذاب بتا دیتا اب اگر ہم اس حدیث کا ظاہری مطلب لے کر اسی دنیاوی گڑھے (قبر) میں گنہگار مردوں کو عذاب دیا جانا مانیں

گے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جن مُردوں کو دفن نہیں کیا گیا وہ عذابِ قبر سے بچ گئے اور جو بیچارے دفن کر دیے گئے ان کو عذاب ہو رہا ہے لیکن ایک کبھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا قانون سب کے لیے ایک جیسا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُلْطَانِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ اور تو اللہ کی سُنّت میں تبدیلی نہیں پانے گا۔ (فاطر ۳۴) لَا تُبَدِّلُ كَلِمَاتِ اللَّهِ ۝ اللہ کی باتوں (مفصول) میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ (الانعام: ۳۴) مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلَ لَدَتِي ۝ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْغَيْبِ ۝ ”ہاں سے ہاں بات بدلا نہیں کرتی اور نہ ہم اپنے بندوں پر ظلم کرتے ہیں۔“ (آل: ۲۹)۔ کہتے مُردے ایسے ہوتے ہیں جن کی ارضی قبریں نہیں ہوتیں ان کو ہسپتالوں اور میڈیکل لیبارٹریوں میں تجربات کے لیے رکھ دیا جاتا ہے، ان کو جلا کر رکھ کر دیا جاتا ہے یا سمندروں میں پھیلوں اور جنگلوں میں وحشی جانوروں کی خوراک بن جاتے ہیں۔ اس حدیث کے ظاہری معنی کی رو سے تو ایسے گنہگار مُردے قبر کے عذاب سے بچ گئے کیونکہ ان کو ارضی قبر نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن ایسا نہیں ہے اللہ نے اعلان فرما دیا ہے ثُمَّ آتَاهُ فَأَقْبَرَهُ ”پھر اس (انسان) کو موت دی پھر قبر دی“ (عبس: ۲۱)

اس فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ مُردے کے لیے چاہے دنیا والے قبر کھودیں یا نہ کھودیں، اللہ اسے ضرور قبر دیتا ہے اور یہی قیامت تک کے لیے وہ قبر ہے جس کو بزرخ بھی کہا گیا ہے ناکہ یہ زمین قبر جس میں مُردے کی لاش کو دفنایا جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی اکثریت محروم رہتی ہے مُردوں کو جلا کر کوئی استثنائی صورت نہیں ہے کیونکہ آج دنیا میں اپنے مُردوں

کو ڈالنے والے دفن کرنے والوں سے زیادہ ہیں۔
ان تمام مشاہدات کے بعد یہ قبر پرست بخاری کی وہ حدیث درست ہے جس میں ایک گنہگار مسلمان نے اپنے بیٹوں کو مرنے کے بعد لاش بھلا کر اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دینے اور دنیا میں بہاد بیٹے کی..
حیثیت کی ہمتی لیکن اللہ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے زندہ کرنے کے بعد اس سوال وجواب کیا ہے۔“

اس حدیث میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس لاش کی راکھ کو جمع کر کے اسکو زندہ کیا ہے یہ ایک استثنائی اور معجزانہ واقعہ ہے، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں پیشی اور جوابدہی ہے اس کو کسی طرح بھی نہیں ٹالا جاسکتا جس خالق دانا کو ہستی نے بل بار انسانوں کو پیدا کیا ہے وہ مرے بعد پھر اس کے جسم کے اجزاء کو جس کے دوبارہ زندہ کرنے پر پوری طرح قادر ہے انسان کسی بھی منصوبہ سے اس کو عاجز نہیں کر سکتا۔ قرآن میں سورۃ البقرہ کے اندر عزیر علیہ السلام سے اسی بات کی تصدیق کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے سو سال تک مردہ رکھے بعد پھر زندہ کیا اور ان کے کھانے پینے کی چیزیں کو اتنے لمبے وقت تک صحیح سلامت رکھا۔ یہ حدیث قرآن کی اس آیت کی بھی تشریح دیتی ہے قُلْ يُحْيِي الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ ۚ وَانْظُرْ اِلَىٰ حُفَّةِ اللّٰهِ ط ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُخْضِرُ الدُّرُوءَ ۚ

”مثلاً ہندو، جینی، جاپانی اور بدھ مت وغیرہ جب کہ پارسی بھی اپنے مُردوں کی لاشوں کو دفناتے نہیں۔“

جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر: ۵۲) میں
 میں گناہ و معصیت کے ذریعے اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والوں سے کہا
 گیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ وہ بخشنے والا مہربان رب
 ہے جو سب گناہوں کو بخش سکتا ہے اس کے علاوہ یہ حدیث تو نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی عملی وضاحت ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ
 اگر ایک انسان گنہگاروں سے زمین بھر دے لیکن اس کے عمل و ایمان میں
 کفر و شرک نہ ہو تو اللہ اگر چاہے گا تو اپنی رحمت سے اس کے سارے گناہ
 معاف کر دے گا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ
 يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (النسا: ۴۸)
 مذکورہ شخص نے یہ وضاحت اللہ کے خوف اور اللہ کے
 غضب و کڑی وجہ سے کی تھی یا بلآخر تھا لیکن گناہگار تھا اور اپنے گناہوں پر نادم تھا جس طرح نادم
 قتل کرنے والا قاتل اپنے گناہوں پر نادم تھا تو اللہ نے اس کے گناہوں کو معاف فرما کر اسے بخش دیا
 اسی طرح اس شخص کے معاملے کو اللہ نے خصوصی اہتمام کے ذریعے اپنے بندوں
 کی تعلیم کے لیے ایک مثال بنایا ہے اس حدیث میں گناہگار مسلمانوں کے لیے
 خوشخبری ہے کہ وہ اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہوں اور آخری وقت
 تک اپنے گناہوں کی اللہ سے معافی مانگتے رہیں وہ بڑا مہربان اور معاف
 فرمانے والا ہے۔

اس طرح یہاں بھی حدیث کا اصل مفہوم بیان کرنے کی بجائے
 یہ مژدہ پرست قرآن و حدیث کے خلاف قائم کئے گئے اپنے باطل عقیدے
 کی مطابقت میں اس سے اپنا مطلب اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس
 حدیث سے ثابت ہو گیا کہ ہر مژدہ دفن ہونے کے بعد قبر میں دوبارہ اسی قسم

اللہ زندہ ہو جاتا ہے حالانکہ یہ حدیث بھی ان قبر پرستوں کے خلاف جاتی ہے
 اللہ اتنا بڑا ہے اس پر کچھ شدہ شخص کو زندہ کر کے سوال و جواب ضرور کئے
 اس لیے کہ قبر کا سوال و جواب جی ہے لیکن یہ سوال و جواب برزخ میں
 ہے۔ اس شخص کی ارضی قبر تو جی ہی نہیں تھی۔ اس شخص کے معاملے سے بھی
 ثابت ہوا کہ سوال و جواب اور راحت و عذاب اس ارضی قبر میں نہیں بلکہ برزخ
 میں ہے۔

اس کے بعد بخاری کی دو ہئنیوں والی حدیث پیش کرتے ہیں
 ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ہئنیوں والی حدیث پر لگائی تھیں تاکہ
 اسی حدیث پر۔ دراصل انسان جب ایک مرتبہ کفر و شرک کا راستہ اختیار
 لیتا ہے تو پھر وہ جانور کی طرح ہو جاتا ہے۔ اَوَّلُكَ كَالْأَنْفَاةِ
 (الاعراف: ۱۷۹) بلکہ جانور کی طرح بھی بدتر اس کی
 حالت ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کی عطا کردہ نعمت "عقل" کو ذرا بھی استعمال
 نہ کرتا رہا اب اگر اس انسان نما جانور سے کوئی یہ کہے کہ سامنے والی قبر میں
 دفن کیا گیا ہے تو یہ فوراً مان لیتا ہے اگر اس سے کہا جائے کہ غلامِ کفار
 میں میں داتا، دستگیر اور حاجت روا وغیرہ مدفون ہیں تو یہ اس بات پر
 یقین کر لیتا ہے اور ذرا بھی نہیں سوچتا کہ آخر منول میٹے دبا ہوا مردہ
 ۱۱، دستگیر، مشکل کشا اور حاجت روا کیسے ہو سکتا ہے؟ داتا، دستگیر، مشکل کشا
 حاجت روا تو فقط اللہ کی ذات ہے جو اس وسیع و عریض اور بڑے دست
 و پاؤں کے چلانے والا ہے اور جو کائنات کے ذریعے ذرے کا علم
 رکھتا ہے یہ شرک انسان ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتا کہ قبر میں مدفون
 الہ انسانوں کی لاشیں کچھ عرصے بعد گل ٹر کر ختم ہو جاتی ہیں اب ان کا

اور ساری کائنات کا خالق ان فنا ہونے والے جموں کو قیامت کے دن دوبارہ مکمل انسان بنا کر ان میں جان ڈالے گا اور پھر اپنی بارگاہ میں کھڑا کرے گا۔ ان سے ہر چیز کا حساب لے گا بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان پر شہنشاہ لگانے کا مطلب ہرگز نہیں تھا کہ ان میں دفن شدہ مردہ جموں کو اپنی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا کہ ایک قبر والے کو غیبت کرنے اور دوسرے کو پیشاب کے پھینک دینے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے یہ بتاتے کہ مقتدر ان دو برائیوں سے روک کر دانا تھا۔

اس حدیث کی مثال یوں سمجھ لیں کہ ایک شخص دو مکانوں کی طرف اشارہ کر کے یا ان مکانوں پر نشان لگا کر کہتا ہے کہ ان کے اندر والوں میں سے ایک کو قتل کرنے کی وجہ سے بھانسی ہو گئی اور دوسرے کو چوری کرنے کی وجہ سے ہاتھ کاٹ دینے کی سزا ہو گئی ریسنر کوئی بھی صاحب عقل اور سمجھدار آدمی یہ نہیں سمجھے گا کہ بھانسی اور ہاتھ کاٹنے کی سزائیں بھی انہی مکانوں میں دی گئی ہوں گی بلکہ یہی خیال کرے گا کہ دونوں کو سزا سرکاری طور پر جیل کے مقرر کردہ مقامات پر دی گئی ہوگی اسی طرح گناہگار کو مرنے کے بعد سزا (عذاب) ان ارضی قبروں میں نہیں بلکہ عالم میں (برزخی جموں کے ساتھ) ہو جائے جس کا مشاہدہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ السلام کو معراج کے وقت آسمانوں میں کرایا تھا وہاں پر زانی مرد اور عورتوں کو آگ کے تیز میں جلتے ہوئے دکھایا گیا۔ جھڑوں کے گال پھاڑتے اور دنیا دار غافل علماء کے سر پچلتے ہوئے دکھائے گئے۔ مالا مال

اور ملت برزخ ہی میں ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان ملائکہ فرمايے فَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَّقِلُ فِي الْجَنَّةِ قَطْعُهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيقِ كَأَنَّهُ لَوْ نَزَلَ فِيهَا (رواہ المسلم بحوالہ مشکوٰۃ) فرمایا میں نے اس شخص کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا جس نے ایک ایسے درخت کا پتہ لگایا تھا جو راستے میں لوگوں کو ایذا دیتا تھا۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ معراج کے وقت جرنیگاں میں بتایا دیکھا گئے تھے وہ ان کے برزخی نہیں بلکہ شالی جسم تھے۔ ان کے خیال کے مطابق قرآن کا عالم تو اس وقت مرا نہیں تھا۔ اگر ان کو ان کی بات مان لی جائے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بے معنی ہو جائیں گے کہ يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ ان کے ساتھ ایسا نہ ہوگا کہ وہ اپنے شالی بدن کو قیامت تک کے لئے دینا یا سخی رکھتا ہے؟ دراصل یہ مردہ دمسک پرست ہر حال میں اپنے گناہ گراہ عقائد کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور قرآن و

سورہ بھی کہا جائے گا کہ حیرائیل اور میکائیل بھی شالی جموں کے ساتھ ان کو پھینچ کر برزخی بدن کے ساتھ آسمانوں پر موجود نہیں تھا بلکہ ان قبروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمانوں پر ملاقات کی تھیں۔ جنت اور جہنم بھی شالی تھیں۔ یعنی ابھی تک اصلی جنت اور جہنم تھیں ان (معاذ اللہ) واقعی فرقہ و مردہ پرست انسان کے قلب و ذہن پر ان قبضہ جمالیات ہے۔

حدیث پر ایمان لانے کے بجائے ان کے ظاہری الفاظ کو اپنے گلہ عقائد کے دفاع کے لیے استعمال کرتے ہیں قرآن میں تورات، انجیل اور ہر آسمانی کتاب کے لیے قرآن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مشرکین عرب کے اس مطالبے کے جواب میں کہ اس قرآن سے پہاڑ کیوں نہیں اڑتے یا مرنے کیوں زندہ نہیں ہو سکتے۔ فرمایا گیا۔ **وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ خَلَّتْ بِهِ السَّمَوَاتُ** اور اگر کوئی قرآن الیا ہوتا کہ اس (کی تاثیر) سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھیٹ جاتی یا مژدوں سے کلام کیا جاسکتا۔ (تو اس قرآن میں بھی ایسے اوصاف ہوتے) (الرعد: ۲۱) سورۃ الحجج میں وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا **كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ** (الحجج: ۹۱) ”ہم ان کفار پر اسی طرح عذاب نازل کریں گے“ جس طرح تقسیم کرنے والوں پر نازل کیا تھا۔ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ (یعنی کچھ مانا کچھ نہ مانا)۔ صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب کے علماء ہیں جنہوں نے آسمانی کتابوں تورات، زبور اور انجیل کے بعض احکامات کو مانا اور بعض سے انکار کر دیا۔ گزرے زمانے میں تورت، زبور اور انجیل کا انکاری اس زمانے کے قرآن کے انکاری کے برابر ہے۔ دونوں ایک ہی جرم کے مرتکب ہیں۔ کیونکہ یہ سب کتابوں کی آیتیں بھی اللہ کی نازل کردہ تھیں۔ گزرے زمانے کا تورات اور انجیل فردش عالم اور اس زمانے کا قرآن فردش ایک ہی جیسے مجرم ہیں۔ بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ معراج کا واقعہ خواب کا معاملہ تھا حالانکہ قرآن وحدیث نہ صرف بیداری کے عالم میں جسمانی معراج کی صداقت پر گواہ ہیں بلکہ اس بابت کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ انبیاء

علیہم السلام کا شاہدہ خواب اور بیداری میں ایک جیسا ہوتا ہے۔ ان کا خواب حقیقت ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے اسی لئے تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے ۱۱ کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا ارادہ فرمایا اور فرما کر باپ کو فرزند نے بھی اپنے پیغمبر باپ کے خواب کو سچا اور اللہ کا حکم سمجھ کر تسلیم کر دیا تھا

قبر پرست اپنے باطل اور گمراہ عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کیلئے قرآنی معجزات کو بھی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن اپنا مقصد نکالنے کے لئے قرآنی آیتوں کی غلط تشریح بھی کرتے ہیں حالانکہ قرآن نے انسان کی پیدائش کے مختلف مراحل کو بیان کرنے کے بعد واضح اعلان فرمادیا ہے

ثُمَّ أَنْكَرْتُمْ لَبْعَثُ اللَّهِ لَقَيْتُونَهُ ۚ ثُمَّ أَنْكَرْتُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُبْعَثُونَ ۚ کہ پھر اس کے بعد تم مرجاتے ہو اور پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے۔ (الزمر: ۱۵، ۱۶) یہ اصل تمام انکاروں کے لئے ہے اس میں انبیاء، اولیاء، مشرک اور کفار نے انسان شامل ہیں اس میں کسی کے لئے تخصیص نہیں ہے دوسری جگہ نبی علیہ السلام اور ان کے مخاطب کفار سے فرمایا گیا اَنْكُرْتُمْ صَيِّتًا ۚ اِنَّهُمْ مُّقْتَبُونَ ۚ ثُمَّ اَنْكُرْتُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَنَا بِكُمْ تَخْتَصِمُونَ ۚ

(اے پیغمبر! تمہیں بھی موت آئے گی اور یہ کافر) بھی مرجائیں گے پھر تم سب قیامت کے (دوبارہ زندہ کیے جانے والے) دن اپنے رب کے سامنے جھکؤ گے۔ (الزمر: ۳۱)

یہ فرمان الہی کافر طوطی کی اس خوش فہمی کے جواب میں ہے جس میں مبتلا ہو کر وہ کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انکی دعوت کا

میں ختم ہو جائے گا اور ہمارے لیے اپنے (باطل اور گمراہ) نظریات کو بھیلانے کے لیے میدان صاف ہو جائیگا۔ قرآن نے ان بیوقوفوں کو جواب دیا کہ ہمارے اس رسول کی ذفات پر مٹھائیاں بانٹنے اور جتن منانے کے لیے منصوبے نہ بناؤ اور یاد رکھو کہ اگر ہمارے یہ رسول ذفات پا جائیں گے تو تم میں سے بھی کوئی ایک زندہ نہ رہے گا کیونکہ ہمیشہ کی زندگی ہم نے کسی کو نہیں دی ہے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِلشَّرِّفِينَ فِي الْخُلْدِ أَفْأَيْنَ مَتًى فَهُمْ الْخَالِدُونَ (اسے رسول) ہم نے تم سے پہلے کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی بھلا اگر تم مر جاؤ گے تو کیا یہ لوگ (مخالفین) ہمیشہ (باقی) رہیں گے اگر نہیں بلکہ کل نفس کی اُلْفَہُ اَنَمُوتُ (پھر نفس کو موت کا ڈالنا چکھا۔ ہے) (الانبیاء ۳۴، ۳۵) دوسری جگہ فرمایا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ زَيْنٍ پر رہنے والی ہر مخلوق کو فنا ہو جانا ہے لے ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ اور باقی رہنے والی ذات صرف تمہارا ذوالجلال اور عظمت والا رب ہے ۝ (الرحمن : ۲۷، ۲۸)

قرآن نے واضح کر دیا کہ تمام انسان بشمول انبیاء اور اولیاء اس زندگی کے بعد ایک دفعہ ضرور قیامت تک کے لیے موت سے بھگنا ہوں گے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تمام ان نول کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا تو جن نول سناں دن اقامت کے آنے کا انکار کیا تھا، ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ لَا مِ

لے مولے شیطان کے جو قیامت تک کے لیے زندہ رہے گا۔

وَيَقُولُ سَاعَتُهُ ۝ اور جس روز قیامت برپا ہوگی، یہ مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے تھے لیکن کتاب اللہ نے مطالب روزِ زندگی اور دو مٹول پر یقین رکھنے والے ایماندار کو جواب دیا کہ۔ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ اُنْتُمْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبُعْثِ ۝ اور جن کو علم اور ایمان آیا تھا وہ (ان سے) کہیں گے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک زندہ رہو گے تم کچھ دیر پہلے دنیا میں نہیں تھے دنیا میں تم سے کہا گیا تھا اَنُتُمْ اَنْتُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَبْعَتُونَ ۝ کہ مرنے کے بعد پھر قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے لیکن تم لوگوں نے قرآن کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ فَهَذَا يَوْمُ الْبُعْثِ وَلَكِن كُنْتُمْ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ پس یہ وہی قیامت کا دن ہے لیکن تم کو اس کا یقین نہ تھا۔ (الزوم : ۵۵، ۵۶)

سورۃ التازعات میں فرمایا گیا ہے کہ مجرم جب قیامت کے دن کی بات دیکھ لیں گے تو کہیں گے لَمْ يَلْبَثُوا اِلَّا عَشْرَةَ اَوْ ثَمَانًا ۝ (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے اور سورۃ یونس میں فرمایا گیا کہ وَيَوْمَ يُنْفَخُ الصُّورُ ۝ كَاَنَّهُ يَنْفُخُ الْفُخَّارَ ۝ اور جس دن اللہ ان کو جمع کرے گا تو وہ دنیا کی نسبت بے خیال کریں گے (گویا ادھال) دن کی ایک گھڑی سے زیادہ رہے ہی میں تھے۔

سورۃ یسین میں قیامت کے دن کے حوالے سے ان مجرموں کا حال دیا ہے۔ لَمْ يَلْبَثُوا اِلَّا عَشْرَةَ اَوْ ثَمَانًا ۝ اور جس دن اللہ ان کو جمع کرے گا تو وہ دنیا کی نسبت بے خیال کریں گے (گویا ادھال) دن کی ایک گھڑی سے زیادہ رہے ہی میں تھے۔

انفوس کے ساتھ پکارا اٹھیں گے یٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا
 کہ ہائے انفوس! ہمیں ہماری خرابی کا ہول سے کس نے (جھکایا) اٹھایا۔ پھر
 ان کو دنیا کی زندگی یاد اہلے گی اور اپنے اپنے زمانے کے رسولوں کی نصیحتیں
 یاد کرتے ہوئے کہیں گے هَذَا مَا وَعَدَنَا الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ
 ”یہ تو وہی رحمن کا وعدہ ہے (جس کو اس نے پورا کر دیا ہے) اور رسولوں
 نے تو سچ ہی کہا تھا (کہ مرنے کے بعد تم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا)۔۔۔
 قیامت اور دوسری زندگی کے انکاری کافرو شرک جب قیامت کے دن
 سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے اپنے خلاف فیصلہ سن
 یں گے تو عاجزی کے ساتھ اپنے رب سے التجا کریں گے۔ رَبَّنَا
 اَبْصَرْنَا وَنَسَمِعْنَا وَنَحْمَلُ مَا لَحَا اِنَّا مُوقِنُونَ
 کہ ”اے ہمارے رب! ہم نے (آنکھوں سے) دیکھ لیا اور (کانوں سے)
 سُن لیا اور یقین کر لیا ہے کہ ہم کو دنیا میں (واپس بھیج دے، (اب کے)
 ہم نیک عمل کریں گے۔“ (السجده: ۱۲) دوسری زندگی کے انکاری
 وہاں اقرار کریں گے۔ رَبَّنَا اَصْلَحْنَا اَنْتَ عَلِيمٌ وَارْحَمٌ اَنْتَ عَلِيمٌ
 ”اے ہمارے رب! ہم نے ماں لیا کہ اتنے بد مرتبہ ہیں موت دی
 اور دوسرے زندگی عطا کی۔“ قَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا ”ہم
 اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں“ (اور وعدہ کرتے ہیں کہ دنیا میں دوبارہ
 جانے کے بعد نہ اپنے بُرے عمل کی ہال میں ہال ملا کر تیری کتاب کا انکار کریں
 گے اور نہ کسی کو تیری ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں شریک
 کریں گے) فَهَلْ اِلٰی خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ ہ ”پس ہے کوئی راستہ
 یہاں سے (دنیا کی طرف) نکل جانے کا؟“ (المومن: ۱۱) قرآن فرماتا ہے

کہ سخت عذاب کی وجہ سے کافروں اور مشرکوں پر ہر وقت موت مسلط ہے
 گی لیکن نہ مرنے کے نہیں وَیَا یٰتِیْہِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ
 وَمَا هُوَ بِمُعِیْتَ ط (الہدیم: ۱۷) بلکہ اس عذاب کی وجہ سے
 مجرم خود موت کا مطالبہ کریں گے۔ دَعَا هُنَا لَكَ تَبَوُّرًا ۝ وَہَا
 موت کو پکاریں گے ”تو ان سے کہا جائے گا لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ مُتَبَوِّرًا
 وَاحِدًا ۚ اَدْعُوا تَبَوِّرًا کَثِیْرًا ۝ کہ ”آج ایک ہی موت کر نہ پکارو
 بلکہ بہت ہی متبول کو پکارو“ (الفرقان: ۱۳، ۱۴) یہ دنیا نہیں ہے جہاں
 جانے کے بعد بھی موت آجائے بلکہ آخرت ہے جہاں ہمیشہ کیلئے بھیجیں
 جہنم کے عذاب میں زندہ رہتا ہے جس کے لئے قرآن میں فرمایا گیا ہے
 کہ کَلِمًا نُّفِیْثًا حَبْلُوْهُمْ بِئْسَ لِهَٰمُ الْحَبْلُوْا حَبْلًا ۚ هَٰ
 لَیْسَ ذُوْ قُوْلٍ الْعَذَابِ ط۔ جب ان (کافروں و مشرکوں) کی کھالیں جل
 جائیں گی تو ہم دوسری کھالیں بدل دیں گے (اور کھالیں بنا دیں گے) تاکہ
 یہ عذاب (کامرہ) چھلکتے رہیں۔ (النساء: ۵۶)

اس آیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مردہ یا جلے ہوئے بدن کو
 عذاب یا سزا نہیں دیتا کیونکہ ایسی حالت میں عذاب کا احساس نہیں ہوتا بلکہ

لے دینا کہ کسی قانون میں بھی مردہ مجرم کو سزا نہیں دی جاتی کو مردہ کو
 سزا یا عذاب دینا بے کار ہے کیونکہ اس میں احساس یا شعور نہیں ہوتا
 اگر ترمذی کی کمزور روایت کی یہ عیدت صحیح مان لی جائے کہ یہ دنیاوی
 قبر اگر کھلا، جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ ہے اور جنت کے باغوں
 میں سے ایک باغ، تو پھر مندرجہ بالا قرآنی آیتوں کا انکار کرنا پڑے گا

اگر مردے کو عذاب کا احساس ہوتا اور مردے کو اللہ تعالیٰ عذاب دیتا تو جہنم میں مجرموں کے موت مانگنے کا مطالبہ فیوں مترد کیا جاتا اور کیوں ان سے کہا جاتا کہ اب عذاب کا نرا چکھنے کے لیے تم ہمیشہ زندہ رہو گے فرمایا
 وَخُذُوا يٰ مَعْصِيَةُ رَبِّكَ لِيَقْضِيَ عَلَيْنَا رَحْمَتُكَ ط قَالَ اَنْتُمْ مَّا كُنْتُمْ ه ادر (مجرمین جہنم کے عذاب سے تنگ آکر داروغہ جہنم تک کو) پکاریں گے کہ اسے مالک! اپنے رب سے التجا کر دکھو ہمیں موت دے دے وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے (الزخرف: ۷۷)
 ان کا فرد اور شرکوں کے لیے واضح اعلان کر دیا جائے گا کہ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوْا وَلَا يَحْفَظُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ط انھیں موت آنے کی کمر جائیں اور نہ جہنم کا عذاب ہی ان سے ہٹا کیا جائے گا؛
 (فاطر: ۳۶)

یہ فیصلہ اور اعلان سننے کے بعد ہی تو کافر و مشرک اور دنیا خواہش کر لیا کہ يٰ لَيْسَ لَهَا كَانَتْ الْفِتَاٰصِيَّةُ ج ۱۷ اے کاش موت (ابدالاً بآدمک میرا کام) تمام کر چکی ہوتی (الحق: ۲۷) یعنی کاش کہ میں ہمیشہ کے لیے مردہ ہی رہتا، دوبارہ زندہ نہ ہوتا تو آج مجھے یہ دل نہ دکھنا پڑتا

بقیہ حاشیہ ص ۵۱

کیونکہ قرآن کی رو سے مردہ ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہو سکتا بلکہ جہنمی تو خواہش کرے گا کہ اُسے جہنم میں موت آجائے اور عذاب سے بچ سکے نصیب ہو لیکن ایسا کبھی نہ ہوگا۔ جہنم کے کسی بھی گڑھے میں مجرم زندہ کر کے داخل کیا جائے گا نہ کہ مردہ حالت میں۔ اور اسی طرح جنت کے باغوں میں بھی مردہ نہیں بلکہ خوش نصیب زندہ ہو کر داخل ہوں گے۔

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان قبروں میں مدفون مجرموں کی لاشوں کو اللہ قیامت سے پہلے زندہ کر کے عذاب نہیں دیتا بلکہ قیامت کے دن ہی ان کو زندہ کر کے عذاب دینا ارادے کا اور قیامت کوئی دیر بھی نہیں بہت نزدیک ہے۔ فرماں الہی ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا لِلّٰهِ فَالْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدْ مَتَّ لِخِيْرَةِ اَسْءَا اِيْمَانٍ وَالْوَالِدَ اَسْءَا دُرْتِے دہر اور تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت کے لیے کیا کیا؟) (الحشر: ۱۸)

اس پوری دنیا کی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ آج اور قیامت کے لیے ”کل“ کا لفظ استعمال کرتا ہے چاہے ہمارے حساب سے ہزاروں لاکھوں سال گزرے پر گزرے ہوں لیکن اللہ کے حساب میں وہ آج ہی مرا ہے اور کل قیامت کو اٹھالیا جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ مرنے کے بعد جو زمانہ گناہگار مردے پر گزرا ہو گا وہ اسے یاد نہیں ہوگا۔ ان سے جب سوال کیا جائے گا كَمْ كُنْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدٰى سِنِيْنَ ه کہ ”کتنے سال تم زمین میں رہے ہو“ تو یہ جواب دیں گے لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ لَبِثْنَا يَوْمًا ه کہ ”ہم (صرف) ایک دن یا دن کا کچھ حصہ (زمین میں) رہے ہیں“ (المؤمنون: ۱۱۲)

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ ”فی الارض“ یعنی دنیا اور قبر میں کتنا عرصہ ہے تھے اب اگر مرنے کے بعد اس مردے کو دوبارہ اسی قبر میں زندگی ملتی اور قیامت کے لیے اسی بدن کو عذاب ہوتا تو قبر سے اٹھنے کے بعد یہ مجرم اس بے خبری سے نہ کہتا کہ میں زمین میں کچھ ہی دیر کے لیے رہا ہوں اور نہ یہ کہتا

كَمْ مِّنْ أَلْعَنَّا مِنْ مَّتَّعِدٍ فَاكِرٍ هَٰؤُلَاءِ هُمُ الْمُجْرِمُونَ
 اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی ان مجرموں کے بارے میں فرماتا کہ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ
 خَلْقِكَ مُتَوَفِّيْنَ ۖ ہاں یہ لوگ اس سے پہلے عیشِ لغیم میں پڑے
 ہوئے تھے (الواقفہ: ۴۵) اس برزخی کیفیت کو سمجھنے کے لئے بہترین
 مثال قرآن میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی تمام اولاد کو سرخ پیوئیل
 کی شکل میں پیدا کر کے ان سے گواہی لی اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط (اے اولاد
 آدمؑ) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا قَالُوْا
 جَلٰی شَیْءٌ ۚ بَشَرًا مَّا کُنَّا نَعْبُدُکَ ۚ اَتُورٰی ہمارا رب ہے (الاعراف: ۱۷۲)

قرآن میں بتاتا ہے کہ اللہ نے پیدائش سے پہلے تمام انسانوں
 سے اپنے رب ہونے کا عہد لیا ہے لیکن آج دنیا میں کسی بھی زندہ انسان
 کو وہ قرار یاد نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اقرار جس عالم میں لیا گیا تھا
 اس کا اس عالم دنیا یا دنیوی جسم سے کوئی تعلق نہیں تھا اسی طرح
 مرنے کے بعد قیامت تک کے لئے مجرم کو جس برزخی بدن کے ساتھ

ملے یہ الفاظ پہلے مجرم انسان قایل سے لیکر آخری مجرم انسان تک سب
 کے ہر گے اگر ان بدنوں کو عذاب ہوتا تو ہزاروں، لاکھوں سال عذاب
 میں مبتلا رہنے والا انسان یہ الفاظ استعمال نہ کرتا۔

سلسلے۔ بعض لوگ برزخی بدن کا مذاق اڑاتے ہیں کہ قیامت کے دن
 ان برزخی بدنوں کا کیا ہو گا؟ ایسے لوگوں کے لئے عرض ہے کہ اللہ نے آدمؑ
 کی تمام اولاد سے جن بدنوں کے ساتھ اقرار لیا تھا، ان کا کیا ہوا؟ جب
 یہ دنیاوی اجسام روح نکلنے کے بعد فنا ہو جاتے ہیں برزخی اجسام بھی صرح

عذاب دیا جاتا ہے، اس کا بھی عالم دنیا سے تعلق منقطع ہوتا ہے۔ اسی لئے
 قرآن و حدیث میں اسکو برزخ کہا گیا ہے۔ گناہگار انسان کے دنیوی مردہ
 بدن کو قیامت تک کے لئے عذاب نہ ہونے کی بہترین مثال فرعون کی
 لاش ہے فرعون نے طرق ہوتے وقت ایمان لانے کا اقرار کیا تھا لیکن اللہ
 کی طرف سے جواب دیا گیا اَللّٰهُنَّ وَتَعَذَّبْنَا قَبْلَ وَ کُنْتَ
 مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ اب ایمان لاتا ہے حالانکہ پہلے تو نافرمان اور
 سرکش تھا۔ (یونس: ۹۱)

فَاَلْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلَقَکَ
 اٰیۃً ط تو آج ہم تیرے بدن (لاش) کو (دیا ہے) نکال دیں گے تاکہ
 تو پھیلوں کے لئے نصیحت ہو۔ اگر صرف نُنَجِّیْکَ فرمایا جاتا تو اس
 کا مطلب یہ ہوتا کہ ہم تجھے نجات دیں یا بچالیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس
 کے ساتھ ہی وضاحت کر دی کہ بچانے کا یہ وعدہ تیرے برزخی بدن کے لئے
 نہیں صرف اس دنیوی لاش کے لئے ہے برزخی بدن کو تو ہم صبح و شام آگ
 پر پیش کرتے رہیں گے فرمایا اَللّٰہُ لَیُعْصِنُ عَلَیْہَا عَذَابًا
 وَ عَشِیًّا ط وَ یَوْمَ تَقُوعُ السَّاعَۃُ قَفَاۃً یَّخْلُوْا اَلْفَرَعُوْنَ
 اَسَدَ الْعَذَابِ ۝ (دوزخ کی) آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام
 (فرعون) پیش کئے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی (محکم ہر گاہ)

بقیہ حاشیہ ص ۵۴

نکلنے کے بعد فنا ہو جائیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر کسی کو اعتراض ہے تو
 قیامت کے دن برزخی بدنوں کے سلسلے میں اللہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کرنے
 اللہ تعالیٰ اچھی طرح سمجھا دے گا (انشاء اللہ)

ال فرعون کو شدید عذاب میں داخل کرو" (المومن : ۵۶)
 تَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْدَكُهُمُ السَّارِطُ
 وَجَسَسَ الْوَلِيُّ الْمُؤْمِنُونَ ۝ وہ (فرعون) قیامت کے دن اپنی
 قوم کی رہائی کرتا ہوا ان کو دوزخ میں اتارے گا اور بہت بری ہے ان کے
 اتارے جانے کی جگہ " وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ لَعْنَةُ قَوْمِ الْقِيَامَةِ ط
 اور اس (دنیا) میں لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی ہے اور قیامت کے دن بھی
 (پیچھے لگے رہیں گے) " وَجَعَلْنَاهُمْ آئِمَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ
 وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَنْصُرُونَ ۝ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا
 لَعْنَةُ قَوْمِ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ۝
 " اور ہم نے ان کو اپنی قوم کا پیشوا بنایا، وہ (لوگوں کو) دوزخ کی طرف
 بلا لے رہے اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی اور اس دنیا
 میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن بھی وہ بد حال
 میں ہوں گے (یعنی ان پر اللہ کی لعنت برسی گی) " (القصص : ۴۱، ۴۲)
 اس دنیاوی بدن (لاش) کو ارضی قبر میں عذاب نہ ہونے کی
 بہترین مثال بخاری کی یہ حدیث بھی چٹس میں ایک مرتد نصرانی کا واقعہ

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس جماعت میں اٹھتے بیٹھتے ہیں
 قیامت کے دن اسی جماعت کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اب اگر ایک شخص کا اپنا عقیدہ
 (کھنے کی حد تک) صحیح بھی ہے لیکن اس کا اٹھنا بیٹھنا اور نمازوں کی ادائیگی ایسے
 لوگوں کے ساتھ ہے جن کا عقیدہ خراب ہے تو قیامت کے دن یہ اپنی لوگوں کے ساتھ
 اٹھایا جائیگا اور یہی بد عقیدہ لیڈر یا امام اس کی رہائی کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ جہنم میں لے

بیان ہوا ہے ایمان لانے کے بعد یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب وحی مقرر ہوا
 تھا لیکن بد بختی سے یہ ظالم دوبارہ نصرانی ہو گیا اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے خلاف ہر بلا پر دو گیندہ کرنے لگا رحمد اللہ کے رسول نہیں ہیں (معاذ اللہ)
 میں نے جتنا ان کو سکھایا ہے وہ اتنا ہی جانتے ہیں واللہ نے اس مرتد مردود کو
 موت دی لیکن مرنے کے بعد حبیب لوگوں نے اسے قبر میں دفن کیا تو دوسرے
 دن دیکھا کہ اس کی لاش قبر سے باہر پڑی تھی لوگوں نے دوبارہ اس کو قبر میں
 اتار دیا لیکن اس کی لاش دوبارہ باہر پڑی تھی لوگوں نے تیسری بار بھی لاش
 کو قبر میں اتار دیا لیکن تیسری بار بھی قبر (زمین) نے اس کی لاش باہر پھینک دی
 آخر لوگوں نے اس کو دفنانا چھوڑ دیا۔ (بخاری)

اس حدیث نے معاملہ بالکل صاف کر دیا۔ اگر مردہ جسم کو اسی ارضی قبر
 میں عذاب دیا جاتا تو پھر قبر اس نصرانی کی لاش کو فوراً پھینچ کر دباتی جس
 سے اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں داخل ہو جاتیں
 سائبہ اور اشدھے اس پر مسلط ہو جاتے۔ اسی قبر میں اس کے بیٹے جہنم کی ایک
 کھڑکی کھول دی جاتی اور اس طرح قیامت تک کے لیے اسی ارضی قبر کے عذاب
 میں مبتلا رہتا لیکن اس کے برعکس ارضی قبر نے اس مجرم کی لاش ہی کو قبول کرنے
 سے انکار کر دیا اور باہر پھینک دیا گیا جہنم نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بعض
 احادیث کے ظاہر ہی حقی کے لحاظ سے یہ مجرم عذاب قبر اور عذاب جہنم سے محفوظ
 رہا لیکن ایسا ہرگز نہیں اس مجرم کو قیامت تک برزخی بدن کے ساتھ عذاب ہوتا
 رہے گا اور قیامت کے دن اس کے دنیوی بدن کو دوبارہ زندہ کر کے ہمیشہ کے
 محنت عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

مردے کو ہم اس ارضی گڑھے میں اس لیے دفن نہیں کرتے کہ وہ اس

اس میں جا کر پھر زندہ ہو جاتا ہے بلکہ یہ اس کا حق ہے، احترام ہے، اسکی عزت ہے انسان کی حیثیت سے قیامت تک کے لئے یہ قبر (گڑھا) اسکی لاش کی پناہ گاہ ہے، اس کے لئے پسند ہے درہ اگر مردوں کو گھروں میں رکھنے یا مسیدائوں اور جنگوں میں پھینکنے کا حکم ہوتا تو دنیا میں تعفن اور بدبو کی وجہ سے زندہ لوگوں کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتی اور لوگوں کے دلوں سے موت کا خوف جاتا رہتا۔ عقلمند لوگ تو اپنے جانوروں کو بھی مرنے کے بعد زمین میں دفن دیتے ہیں واللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے مرنے سے زمین میں دفن کرنے اور دوبانے کا طریقہ بتلا کر اس پر احسان عظیم کیا ہے پہلے انسان میں قابیل نے جب اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو وہ بھائی کی لاش کے باغے میں پڑا پریشان تھا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ اللہ نے ایک کوئے کے ذریعے اسکو طریقہ بتلایا، جس نے وہ سکر مردہ کوٹے کے لئے زمین کو بیکر اس کی لاش زمین میں چھپا دی قرآن بیان فرماتا ہے فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحِثُ فِي الْأَرْضِ لِيُخْبِرَ كَيْفَ يَفَارِصُ سَوْآتَهُ أَخِيهِ ط۔ پس اللہ نے ایک کوئے کو بھیجا جو زمین کو بیکر لگا تاکہ اسے (قابیل کو) دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے؟ (المائدہ: ۲۱) اللہ نے اس مثال کے ذریعے... انسانوں پر واضح کر دیا کہ اگر اپنے مردہ عزیزوں کی لاشوں سے ہمدردی رکھتے ہو، ان کا احترام کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کوئے کی طرح زمین کو بیکر کر ان کو اس کے اندر چھپا دو۔ باب یہ قیامت سے پہلے زندہ نہیں ہو سکتیں بلکہ

میں اس واقعے میں جس طرح قابیل نے انوس کوٹے کو کہا تھا کہ کاش میں کوئے جتنا عقلمند ہوتا کہ بھائی کی لاش کو زمین میں چھپا دیتا اسی طرح قیامت کے دن اللہ العزیز

اس واقعہ میں ہمیں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ اس پہلے مقتول انسان (ہابیل) کی میت کو نہ غسل دیا گیا، نہ کفن پہنایا گیا اور نہ اس کا جنازہ پڑھا گیا۔ بعد میں یہ سب کچھ مسلمان میت کے خصوصی احترام کے لئے رائج کیا گیا یعنی اس کی تعلیم فرمائی گئی۔ لیکن میت کو غسل دینے، کفن پہنانے یا خوشبو لگانے کا یہ مطلب، ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ میت قبر میں زندہ ہو جاتی ہے اسی لئے ابو بکر صدیقؓ نے وفات سے پہلے فرمایا تھا کہ مجھے پرانے کپڑوں کا کفن پہنا دینا کیونکہ نئے کپڑے زندوں کے لئے ہوتے ہیں (مردوں کو تو قبروں میں گل سر کر ختم ہو جاتا ہے) (بخاری)۔ اس کا مشاہدہ ہم آٹے دن اپنے اندر گود کی دنیا میں کرتے رہتے ہیں کسی بند کمرے میں قفل شدہ لاش سے دہن دن بعد تعفن اور بدبو پھیلنے لگتی ہے اسی طرح قتل کے کسی مقدمہ میں کچھ دنوں کے بعد اگر کبھی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے نکالی جاتی ہے تو تعفن اور بدبو کی وجہ سے لاش کے قریب کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ علماء حق مردے کے ساتھ قبر میں آیات قرآنی رکھنا حرام سمجھتے ہیں کہ اس عمل سے قرآنی آیات کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے۔

بخاری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ مرنے کے بعد ہر انسان گل سر کر ختم ہو جاتا ہے، سوائے عجب الذنب، ٹہری کے اور قیامت کے دن اسی عجب الذنب (ٹہری) سے اللہ تعالیٰ انسان کو بنا رہا رہے زندہ

بقیہ حاشیہ ۵۸

یہ قبر پرست، مردہ پرست بھی انوس کریں گے کہ کاش ہم اس کوٹے جتنے عقلمند ہوتے کہ اپنی مردہ لاشوں کو صرف چھپانے کی نیت سے دفن لے اور یہ عقیدہ نہ رکھتے کہ یہ ان گڑھوں میں زندہ ہو جاتی ہیں۔

کرے گا۔ اسی طرح قرآن میں بتاتا ہے کہ کافروں نے جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ اعراض کیا: **إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا** (اے نبی! ہم تو ہڈیوں اور زبوں کے ٹکڑے ہیں)۔ **لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا** (ہم دوبارہ پیدا کر دیئے جائیں گے)۔ **وَيَوْمَ يُنْفَخُ الْأَعْظَامُ وَهُيَ رَمِيمٌ** (وہ دن کہ ان ہڈیوں کو زندہ کر دے گا)۔ (یسین: ۷۸) اس ایک اعراض یا سوال میں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ مرنے کے بعد ہم سب سنی ہو جائیں گے اور دوسری بات یہ کہ ہمیں ایسی صورت میں کیا دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور کون زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی تصدیق فرماتے ہوئے، کہ ہاں بالکل تم مرنے کے بعد سنی ہو جاؤ گے، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان کو جواب دو کہ اس کے باوجود تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور ہم تمہیں زندہ کر کے اٹھائیں گے فرمایا **قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ** (اور ہم جانتے ہیں کہ زمین تمہارا کتنا نقصان پہنچائے گی)۔ ہم کو معلوم ہے ان کے جسموں کو زمین تمہارا کتنا نقصان پہنچائے گی اور ہمارے پاس (یہ سب کچھ) کتاب میں محفوظ ہے۔ (ق: ۴) جبکہ دوسری بات کے

لئے ان اعراض یا سوال کرنے والوں کو قرآن میں کہیں بھی یہ جواب نہیں دیا گیا کہ **مَتَى تَكُونُوا عِظَامًا وَرُفَاتًا** (تم کب ہڈیاں اور زبوں کے ٹکڑے ہوتے ہو) بلکہ ہر جگہ یہی ایک جواب دیا گیا کہ تم پہلے بھی مٹی سے پیدا ہوئے تھے اسی میں لوٹائے جاؤ گے اور اسی مٹی سے دوسری بار زندہ کر کے نکالے جاؤ گے **مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى** (زلہ: ۵۵)

جواب میں نبی علیہ السلام سے خطاب کر کے فرمایا گیا **قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ** (اے نبی! کہہ دو کہ ان (ہڈیوں) کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے)۔ (یسین: ۷۹) دوسری جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ان انکاریوں سے کہیں کہ مٹی اور ہڈیاں تو نرم چیزیں ہیں مٹی تو تھوڑی اصل ہے اس سے تمہارا دوبارہ پیدا کیا جانا اللہ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔ **قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا** (کہہ دو کہ اگر تم پتھر یا لوہا بھی بن جاؤ)۔ **الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ هُوَ ذُو الْعَرْشِ** (وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا)۔ (بنی اسرائیل: ۵۰، ۵۱) فرمایا **أَلَلَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ** (اللہ ہی پہلی بار خلقت کو پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ اس کو پیدا کرے گا)۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الزمر: ۱۱)

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ فَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لئے بہت آسان ہے)۔ (الزمر: ۲۷) سورۃ القیامۃ میں فرمایا **أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سَوًى ۖ كَمَا أُنْشِئَ مِنْ طِينٍ** (کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی (کھری ہوئی) ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے؟)۔ **بَلَىٰ ۖ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ نَسُوفَ بَنَانَهُ** (کیوں نہیں ہم تو اس کے پورے پورے کو دھست کرنے پر قادر ہیں)۔ (القیامۃ: ۲) لیکن اہل کرنے کے لئے ایک دقت مقرر کیا گیا ہے فرمایا **أَوَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ وَجَلَّ لَهُمْ أَسْمَاءُ**

لَا رَيْبَ فِيهِ ط کیا یہ (انکاری) دیکھتے نہیں کہ اللہ نے (سات) آسمان اور زمین بنائے (ایسی طرح) وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے انسان (دوبارہ) پیدا کر دے اور اس نے ان کے (دوبارہ پیدا کرنے کے) لیے ایک وقت (قیامت کا دن) مقرر کر دیا ہے جس (کے آنے) میں کوئی شک نہیں۔
(بنی اسرائیل : ۹۹)

انسان کو اس ارضی قبر میں گلی سر کر مٹی ہو جانے کے بعد عذاب یا راحت کا احساس تک نہیں ہوتا کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ یہی کافرو مشرک قیامت کے دن اس بات کی خواہش کریں گے کہ کاش وہ ہمیشہ کے لیے زمین میں مل کر مٹی ہو جاتے اور دوبارہ زندہ نہ کئے جاتے۔ كَيْفَ مَبْعُوثِينَ كَعَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوْا الرَّسُولَ كَوَيْسُوا بِهِمُ الْأَرْضُ ط
(النساء : ۲۲)

”اس روز کافر اور رسول کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش وہ زمین کے ساتھ برابر ہو جاتے (یعنی ہمیشہ کے لیے زمین میں مٹی ہو کر رہ جاتے اور دوبارہ انسان بن کر نہ نکلتے تو کتنا اچھا ہوتا“ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَكُونَتُنِي كُنْتُ تَرَابًا ط اور کافر کہے گا کہ اے کاش! میں مٹی ہوتا۔ (النساء : ۲۲) یعنی دوبارہ زندہ کر کے تباہ کیا جاتا۔

مندرجہ بالا آیات قرآنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاکی بدن کے ساتھ انسان کے لیے دو زندگیاں مخصوص کر رکھی ہیں ایک اس دنیا میں اسے ملتی ہے اور دوسری آخرت میں ملے گی پہلی بار دنیا میں انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا جاتا ہے یہ عارضی زندگی... آزمائش اور امتحان کے لیے ہوتی ہے اور دوسری اس آسمان کے بدلے

کے لیے اور مستقل ہوتی ہے۔ فَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ كَأَرْقَرٍ ط اور آخرت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ (المومن : ۲۹)

دو ہال انسان کے لیے موت نہیں بلکہ اسے ہمیشہ زندہ رہنا ہے قیامت کے دن انہی بدنوں کے ساتھ زندہ کرنے کے بعد تمام انسانوں سے کہہ دیا جائے گا کہ آج رب ذوالجلال نے تمہیں دوبارہ مٹی سے پیدا کر کے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ پورے قرآن میں دو زندگیاں کا ذکر ہے دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد دوسری زندگی آخرت میں ملے گی۔ فرمایا كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط ”ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔“ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ الْجُودَ كَمَا تَوْفَّاهُمُ الْقِيَمَةُ ط اور (اے انسانو!) تم کو قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“ (العران : ۱۸۵)

وَمَنْ يُرِبْ ثَوَابَ الدُّنْيَا تُوَفَّهِ مِنْهَا جَ وَهَنٌ قَبِيْثٌ ثَوَابَ الْآخِرَةِ تُوَفَّهِ مِنْهَا ط اور جو شخص دنیا میں بدلہ چاہتا ہے اسکو ہم نہیں بدلہ دیں گے اور جو آخرت میں ثواب کا طالب ہے اس کو وہاں اجر عطا کریں گے۔ (العران : ۱۸۵) فَمَنْ الْمَتَّاسِ

اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدُّنْيَا مَدْعَةٌ الْآخِرَةُ ط ”دنیا آخرت کی کھیتی ہے، یعنی انسان دنیا میں جو بونے گا وہی آخرت میں کاٹے گا یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مولوی چندہ مانگتا ہے تو اس طرح پیل کرتا ہے کہ چندہ دے کر ثواب دارین حاصل کریں“ دارین حالت نفسی و جری میں متنبہ ہے (یعنی دو گھر) ایک دنیا کا گھر اور دوسرا آخرت کا گھر۔

مَنْ يَفْعَلْ رُبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ "پس جو لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں عطا فرما تو ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا" (البقرة: ۲۰۰) اور جو لوگ دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی چاہتے ہیں ان کو دونوں جگہ بھلائی ملے گی ۱۱ فَاتَّخِذُوا لِلَّهِ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحَسَنَ ثَوَابَ الْآخِرَةِ ط "پس اللہ نے ان (ایسے ایمانداروں) کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت میں بھی بہترین اجر دے گا" (ال عمران: ۱۴۸)

اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو دوزندگیوں کی بھلائی کی دعا سکھائی ہے رُبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ "اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کی آگ کے عذاب سے بچا دے" (البقرة: ۲۱۰) مرنے کے بعد انسان کا حساب و کتاب قیامت کے دن

(اور دوسری زندگی میں) ہوگا اسی لئے اس دن کو یَوْمَ الْحِسَابِ (حساب دن) یَوْمَ الدِّينِ (بدلے کا دن) کہا گیا ہے۔ اللہ کا فرمان ملاحظہ فرمائیے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ مَا اَنْزَلَ اِلَيْهِمْ مِنَ الْكِتَابِ قَلِيلًا وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاهُمْ الْكِتَابَ فِي الْاَوَّلِ لَا اُولَئِكَ مَخْلُوعٌ فِيْ تَحْوِيلٍ اَلَا تَتَذَكَّرُ اِنَّ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هٗ (البقرة: ۱۷۴) "جو لوگ اللہ کی نازل کردہ...

کتاب سے (احکامات) چھپاتے ہیں اور اس کے ذریعے تھوڑی قیمت (دنیوی منفعت) حاصل کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو اپنے بیٹوں میں آگ بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ساتھ بات تک نہیں کرے گا۔"

اس آیت میں صاف بتا دیا کہ جو لوگ دنیا میں قرآن اور اللہ کی آیات کے ذریعے اپنا بیٹ حلوائے ماندے سے بھرتے ہیں بظاہر تو یہ بڑی لذت دار خدا کا ہے لیکن آخرت کے دن ایسے قرآن فروش اور دین فروش مولویوں کے بیٹ آگ سے مھسکے ہوں گے۔ اس دنیاوی قبر میں تو مزدوں کے بیٹ بھول کر بھٹ جاتے ہیں کیڑے مکوڑوں کی خوراک بن جاتے ہیں اور بیٹ کا یہ نظام ہی ختم ہو جاتا ہے۔ صاف نظام ہے کہ دین فروش مولویوں کو یہ عذاب آخرت میں دیا جائے گا جس میں ان کو ایک مستقل جسم دے دیا جائے گا اور اسی جسم کے بیٹ میں ہمیشہ کے لئے آگ بھری ہو جائے گی۔

سورۃ النکھف میں ایسے ہی نافرمان لوگوں کے لئے فرمایا گیا فَلَا تَقِيْمُوْهُمُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذٰلِا ۝ اِيسَ اِنْ كُنْتُمْ قٰنِتِيْنَ ۝ "دن کچھ بھی وزن قائم نہیں فرمائیں گے۔"

سورۃ البقرہ میں بنی اسرائیل کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا گیا اَفَتَوْفِيْقُوْنَ بَعْضُ الْاَكْثَرِ وَخَلَفُوْنَ بَعْضُ ط مِمَّا حٰزَا مِنْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اَلَا خِزْيٌ فِی الْحٰیٰوَةِ الدُّنْيَا وَفِیَوْمِ الْقِيٰمَةِ يَوْمَ تَنْزِلُ اِلٰی اَشَدِّ الْعَذٰبِ ط (۸۵)

"(یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتاب کا کچھ حصہ مانتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو، پس تم میں سے جو ایسی حرکت کریں، انکی سزا اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں مرسوا ہوں اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیے جائیں۔" سورۃ النمران میں تمام انسانوں سے فرمایا گیا فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِیْهِ فَذُوقُوْهُ

كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ اس وقت ان نفل
کا کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے، اس روز (قیامت) جس
کے آنے میں کوئی شک نہیں اور جس روز ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا
بدلہ پائے گا اور ان (میں سے کسی) پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔
وَنُصِّعُ الْمُؤْمِنِينَ الصِّفَاتِ لِيَعْمَرَ الْقِيَمَةَ فَلَا تَظْلَمُ نَفْسٌ
شَيْئًا (الانبیاء: ۴۷)

”اور ہم (جب) قیامت کے دن انصاف کا ترازو کھڑا کریں گے تو
کسی نفس پر ذرا بھی زیادتی نہیں کی جائے گی۔“

منافقین کے لئے فرمایا گیا سَلْعَدَّ بِهِمْ مَسْرَسِينَ
حَتَّىٰ يَمُوتُوا فِي الْعَذَابِ عَظِيمٍ (التوبہ: ۱۰۱) ”پس ہم ان منافقوں
کو دہرا عذاب دیں گے، پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے“
اس آیت سے بعض قبر پرست تین مرتبہ عذاب (یعنی تین زندگیاں)
ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ایک دنیا کا عذاب، دوسرا روضی قبر کا عذاب
اور تیسرا آخرت کا عذاب۔ حالانکہ اس آیت میں صاف بتا دیا گیا کہ منافق
(کافر) یہاں دنیا میں بھی عارضی عذاب میں مبتلا رہیں گے، کبھی انکو کوئی
اور دل کا چین نصیب نہیں ہوگا مذہب رہیں گے اور آخرت میں
محشر کے لئے بڑے عذاب میں جھڑک دیے جائیں گے اس قسم کی آیتیں
سورۃ العنکبوت، الحج اور الزمر میں بھی بیان ہوئی ہیں۔ فرمایا
فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأَعْتَبْ بِهِمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝ (العنکبوت: ۵۶)

”پس جو کافر ہوئے ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دیں

گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔“ لہٰذا اللہ نے اپنے بندوں کو
حَذِّعَهُ يَوْمًا لِّعَذَابِ الْخُلُقِ ۝ (الحج: ۹۰)
اس (کافر) کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور قیامت کے دن ہم اسکو جلا
دینے والی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔ فَاَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلِلْعَذَابِ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ
(الزمر: ۲۶) ”پس اللہ نے ان کو دنیا کی زندگی میں روضی (عذاب)

کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب تو بڑا سخت ہے۔ کاش یہ لوگ سمجھتے“
اسی طرح یہ فرد پرست اور قبر پرست قرآن کی مندرجہ ذیل
آیت سے ارضی قبر کی زندگی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یَذْنِبْتَ
اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ...

(ابراہیم: ۲۷) کہ ”اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو دنیا میں بھی ثابت قدم رکھے گا
اور آخرت میں بھی“ یعنی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں میں ایمانداروں
کی مدد کرے گا۔ چونکہ اس آیت کا ذکر بخاری کی حدیث میں عذاب القبر
کے ساتھ کیا گیا ہے اسی لئے بعض جاہل اور گمراہ بڑے خوش ہوتے ہیں
کہ ہمارے عقیدے (مردہ قبر میں زندہ ہو جاتا ہے) کا ثبوت قرآن کی یہ
آیت ہے۔ حالانکہ اس آیت میں صاف طور پر دو زندگیاں، دنیا اور آخرت
کا ذکر ہے تیسری زندگی کا نام تک نہیں ہے۔ تاہم ایسے لوگوں کی اطلاع
کے لئے قرآن مجید کی دوسری آیت پیش کی جاتی ہے شاید یہ نہ کہ وہ بالا
آیت سے تیسری زندگی ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں قرآن کا انکار
کرنے سے باز آجائیں۔ سورۃ المؤمن میں اللہ کافر مان ہے اِنَّا نَنفُسُ
رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلِيَوْمِ الْقِيَامَةِ

الْأَشْهَادُ ۝ ” ہم اپنے رسولوں اور ایماندار بندوں کی دنیا کی زندگی میں ضرور مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (اس دن بھی مدد کریں گے) ” یعنی قیامت کے دن بھی ان کی مدد کریں گے۔ پھر سے قرآن میں کہیں پر عیسوی زندگی کا ذکر نہیں ہے ہر جگہ دوزندگی اور آخرت اور دنیا کا ذکر آیا ہے۔

مرنے کے بعد جو کیفیت ہوتی ہے وہ برزخ کا سلسلہ

اگر اس بدن عسری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ برزخی عذاب یا راحت کا اس دینوی مردہ جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ قیامت تک کے لیے اس مردہ بدن کے ساتھ روح کا رشتہ منقطع رہتا ہے اور...

۱۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ جرم و گناہ تو دنیاوی بدن کے لیے اور عذاب و سزا دوسرے دینوی بدن کو ملے تو اس کا جواب بھی قرآن و حدیث میں موجود ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والے کی رتبہ تو دنیاوی قبر میں پڑی رہتی ہیں، قربانی تو شہداء کے ان دنیاوی جسموں نے دی ہوتی ہے لیکن مرے اور عیش و عشرت و جنوں کے اندر شہداء کے دوسرے اڑنے والے بدن کرتے ہیں اسی طرح معراج کے واقعہ میں گناہگاروں کو جہنم میں عذاب ہوتے ہوئے دکھایا گیا گناہ تو ان کے دنیوی بدنوں نے کئے تھے لیکن قیامت تک ان جرموں کو بندھی جھونکے ساتھ سزا ملتی رہے گی اسی طرح سرکش اور ظالم کا ارتکاب فرعون کے دنیاوی بدن نے کیا تھا جبکہ آج اُس کا دنیاوی بدن (لاش) محفوظ ہے لیکن برزخ میں صبح و شام اُسے آگ پر پیش کیا جاتا ہے (القرآن)

قیامت تک یہ جسم مردہ ہی رہتا ہے۔ قیامت کے دن روح اور بدن ملا دیے جائیں گے فرمایا قَدْ آتَا الْمُفْلِسُ ذُو جَنَّتٍ ۝ اور حبیب رسول (بدنوں کے ساتھ) ملا دی جائیں گی (التکویر: ۷) چنانچہ قیامت سے پہلے مردوں کو دنیاوی گڑھوں (قبروں) میں زندہ مانتے والے قرآنی تعلیمات کے انکار سے ہیں اگر مردے قبروں میں زندہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن میں کیوں فرماتا کہ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتٰی ۝ بیشک ہم مردوں کو زندہ کر کریں گے۔ (یسین: ۱۲) بلکہ ایسی صورت میں تو اللہ اس طرح فرماتا کہ ہم مردوں کو (قیامت کے دن) اٹھائیں گے، ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو قیامت تک ان گڑھوں میں مردہ رکھتا ہے اور قیامت کے دن ان کو زندہ فرمائے گا۔ قبر میں مردے کو زندہ ماننے والے عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ دیکھو! عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ہر مردہ قیامت سے پہلے زندہ ہو جاتا ہے اور اس طرح ہر ان کی کوئین زندگیاں ملتی ہیں یہ قبر پرست ایسے کالاف نام ہیں کہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دلیل خود ان کے خلاف جاتی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم مردوں کو زندہ کیا تھا، زندہ ہونے کے بعد وہ قبروں سے باہر نکل آئے وہ پہلے قبروں میں مردہ پڑے ہوئے تھے اگر عیسیٰ علیہ السلام انھیں اللہ کے حکم سے زندہ نہ کرتے تو وہ مردہ ہی رہتے یہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان مردہ کے زندہ ہونے کی مثال پیش کر دی کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قبروں میں مدفون اور تمام مردوں کو زندہ کر کے اکٹھے کریں گے یہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے تھا اور معجزہ اللہ کا عام قانون نہیں ہوتا۔

اسی طرح کی مثال اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں ...
 بیان فرمائی ہے اللہ نے عزیر علیہ السلام کو سو سال تک مردہ رکھنے کے بعد
 زندہ کر کے ان سے پوچھا کہ کَبِيتُ ط کہ ”تم کتنا عرصہ (اس حال میں)
 رہے ہو؟“ عزیر علیہ السلام نے جواب دیا کَبِيتُ يَوْمًا اَوْ لَجُصَ
 يَوْمًا کہ ”میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ (اس حال میں) رہا ہوں“ تب ان
 کو بتایا گیا جَلَّ لَيْتُ مَا كُنْتَ عَامِدَ کہ ”ہنیں! بلکہ تم سو سال تک
 (اس حال میں رہے ہو۔“ (البقرة: ۲۵۹)

قرآن میں بیان کئے گئے اس واقعہ میں عقلمند دل کے لئے بڑا درس ہے
 کیونکہ اس سو سال کے عرصے میں بارشیں بھی ہوتی ہوں گی، طوفان ہٹے
 ہوں گے، گرمی اور سردی کے سو سو موسم گزرے ہوں گے لیکن عزیر علیہ السلام
 کو ان کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا کیونکہ وہ مردہ تھے اور مردے کو احساس و
 شعور نہیں ہوتا اس واقعے سے ثابت ہوا کہ مردہ دوبارہ زندہ ہونے تک
 بے خبر، غافل اور بے جان ہوتا ہے اس مردہ لاکش کو موت کی حالت
 میں عذاب یا راحت کا بالکل احساس نہیں ہوتا قرآن کے اس واقعہ کی
 روشنی میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام اگر اگلے سال بھی

لے سوئے ہوئے انسان پر اگر تیز دھوپ، بارش یا طوفان آجائے تو وہ
 فوراً محسوس کر کے اٹھ جاتا ہے لیکن عزیر علیہ السلام نے سو سال تک کسی
 چیز کو بھی محسوس نہیں کیا، کیوں؟ اس لئے کہ وہ بے جان ہونے کی
 وجہ سے بے شعور تھے اور یہی حال مرنے کے بعد ہر مردے کا رہتا
 ہے۔

مردہ رہتے اور زندہ کیئے جانے کے بعد ان سے یہ پوچھا جاتا کہ آپ کتنا عرصہ اس
 حالت میں رہے ہو تو وہ یہی جواب دیتے کہ کَبِيتُ يَوْمًا اَوْ لَجُصَ يَوْمًا
 میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ایسے رہا ہوں اسی لئے تو ان لوں کا حقیقی خالق اور
 ان کو موت سے بھنا کر نئے والا فرماتا ہے اَمَوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا
 يَشْعُرُونَ لَا اَيَّانَ يَخْتَوُونَ کہ ”مردہ ہیں زندہ نہیں اور ان کو اس بات
 کا شعور نہیں کہ (دوبارہ) آپ اٹھائے جائیں گے۔“ (النمل: ۲۱) کہیں فرمایا
 وَهَمُّ عَنْ دَعَاكَهُمْ خَفِ لَوْ اَنَّ اور وہ (مردے) ان کی پکاروں سے
 غافل پڑھے ہوئے ہیں۔“ (الاحقاف: ۵)

اکثر قبر دفن پرست عزیر علیہ السلام کے اس واقعہ سے تیسری
 زندگی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ واقعہ معجزہ و درجہ پذیر ہوا
 اور اللہ نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کے لئے مرنے کے بعد انسان کو قیامت
 کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا کوئی مشکل نہیں بلکہ اس کا کام ہے اور یہ کہ
 مرنے کے بعد انسان کو کوئی احساس، شعور اور اک نہیں ہوتا اس کے باوجود
 بھی اگر یہ لوگ بضد ہیں کہ اس واقعہ میں تیسری زندگی کا ثبوت موجود ہے
 تو پھر ایسے جملے سے ————— ایک سوال ہے کہ اس واقعہ میں ایک
 گدھے کا بھی ذکر آتا ہے جس کی ہڈیاں بھی مرنے کے بعد بوسیدہ ہو چکی
 تھیں اور وہ بھی عزیر علیہ السلام کے ساتھ زندہ کیا گیا۔ کیا اس بات کو بھی
 مان لیا جائے کہ ہر گدھا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب
 تیسری زندگی کے ماننے والوں اور مردہ پرستوں کے ذمے ہے اب ایسے لوگ
 یا تو گدھے کے دوبارہ زندہ ہونے پر بھی ایمان لے آئیں یا پھر تو بے استغفار
 کر کے اپنے حقیقی مالک کی اس بات کو تسلیم کر لیں کہ مرنے والے قیامت

تک مرقدہ اور بے جان ہوتے ہیں۔ لے

قرآن نے اصحاب کہف کا واقعہ بیان کیا ہے جو تقریباً ۳۰۹ سال تک غار میں رہے تھے اس دوران ان کے سارے عزیز واقارب وفات پا چکے تھے۔ کئی حکومتیں بدل چکی تھیں لیکن اللہ کے ان بے اولیاء اور نیک سیرت جوازوں کو (جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنا عرصہ سلائے رکھا) ابھی موت سے ہٹا کر نہیں ہوئے تھے (ان ساری تبدیلیوں کا علم تک نہیں ہوا تھا)۔ نیند سے بیدار ہو کر اٹھنے کے بعد آپس میں کہتے ہیں کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ اس غار میں رہے ہیں اور اپنے ساتھی کو کھانا لانے کے لئے بازار بھیجتے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ کوئی دشمن دیکھ نہ پائے۔ ان اولیاء اللہ کا خیال تھا کہ وہ سارے مخالفین،

عزیز واقارب اور ظالم حکمران زندہ ہیں اور اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ سارے مخالفین اور دشمن وفات پا چکے ہیں اب جو لوگ یہ عقیدہ

لے اس واقعے تیسری زندگی ثابت کریں والوں کو علماء کہنا علم کی قدرین ہے انکی مثال بنی اسرائیل کے ان علماء کی سی ہے جن کو قرآن نے گدھوں کی تشبیہ دی ہے (سورۃ النمل)

نئے آج اکثر حکمران اقتدار کا حلف اٹھانے کے بعد مزارات پر جب کہ چادریں بچڑھاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اس سے قبر میں مدفون بابا خوش ہوں گے اور انکی مدد کریں گے اور انکو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں صاحب اس علاقے کے گورنر یا ہیری بن گئے ہیں اس طرح کا عقیدہ و عمل بھی محض جہالت، شرک اور قرآنی تعلیمات کے انکار پر مبنی ہے۔

رکھتے ہیں کہ مردوں پر ان کے عزیز واقارب اور اہل و عیال کے اعمال پیش ہوتے ہیں وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ نری جہالت اور قرآنی تعلیمات کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی طرح قرآن ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتا ہے جب انھوں نے اللہ سے مطالبہ کیا کہ رتب آری کف محی الذنوبیؑ

اے مرے رب تو مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔

(البقرہ: ۲۶۰)۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقیدہ ہوتا کہ مردے اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں تو کبھی بھی اللہ سے یہ مطالبہ نہ کرتے قبرستان میں جا کر کسی بھی قبر والے سے سمکھلا ہوتے اور حال پوچھ کر اپنے دل کو مطمئن کر لیتے (یا اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام سے فرما تا کہ قبروں میں مردے نہیں ہیں، سارے زندہ ہوتے ہیں قبرستان جا کر کسی بھی قبر کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور اس سے کلام کر کے اپنے دل کو مطمئن کر لو) ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ میں بھی ہمارے لئے بڑا سبق ہے ابراہیم علیہ السلام نے مطالبہ مردوں کو کس طرح زندہ

ہونے کا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جواب میں چار پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا اور پھر چاروں کے منگڑے ملا کر دور چھوڑ دیے رکھنے کے بعد ان کو بلانے کے لئے کہا یہ عمل اختیار کرنے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے سب پرندوں کو اپنی طرف بلایا وہ پرندے اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے اللہ کی طرف سے اس معجزے کا اظہار ابراہیم علیہ السلام کے دل کا اطمینان

بن گیا ہے

سورة البقرة میں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ایک قتل کا واقعہ بیان ہوا ہے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ قاتل کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر کی حیثیت سے خود موجود تھے اس قتل کی دوسری وہ خود بھی پریشان تھے۔ اگر مڑھے کلام کر سکتے یا جواب دے سکتے تو موسیٰ علیہ السلام اتنے ہی مقتول سے پوچھ لیتے کہ بتاؤ مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ لیکن معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ مردہ نہ کلام کر سکتا ہے اور نہ جواب دے سکتا ہے چنانچہ اللہ کے حکم سے حبیب ایک مخصوص گائے کے گوشت سے اس مقتول کو مارا گیا تو اس نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتا دیا اب اگر اس دور میں قتل کے کسی مقدمہ میں کوئی شخص عدالت میں گواہی دے کہ اس مقتول کی لاش نے اپنے قاتل کا نام بتا دیا تھا تو اسلامی قانون تو ایک طرف دنیا کا کوئی قانون

لے ابراہیم علیہ السلام کی جگہ اگر اس زمانے کا کوئی فرقہ پرست مولوی ہوتا تو ظاہر ہے ہرگز مطمئن نہیں ہوتا اور اعتراض کرتا کہ میں نے تو مردہ کو زندہ کرنے کا سوال کیا تھا اللہ نے جواب میں مردہ پرندوں کو زندہ کر دکھایا ہے شک میں ہی رہتا ابراہیم علیہ السلام کے اس معجزے میں اللہ نے ذبح شدہ پرندوں کو دوبارہ زندہ کر کے دکھایا ہے اب ان فرقہ پرستوں کے انداز پر کیا یہ دلیل درست ہوگی کہ تمام پرندے ذبح ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر پیشہ در مولوی کے بیت میں مرغوں کی لڑائی ہوتی ہوگی اور ہوتی رہے گی یہی اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

یہ گواہی تسلیم نہیں کرے گا اور ایسے شخص کو یہی جواب دیا جائے گا کہ مردہ کلام نہیں کرتا یہ قرآن و عقل دونوں کے خلاف ہے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا مذکورہ بالا واقعہ خالصتاً معجزہ تھا اور معجزہ عام قانون نہیں ہوتا۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ بھی ارج اگر ایک غیر شادی شدہ کنواری حاملہ ہو جائے اور پوچھنے پر وہ دعویٰ کرے کہ اسے بھی مریم صدیقہ کی طرح بغیر شوہر کے حمل ہو گیا ہے تو اسلامی شریعت کیا کوئی مذہب بھی اس کے اس دعوے کو قبول نہیں کرے گا کیونکہ مریم علیہا السلام کا حمل سے ہو جانا معجزہ تھا۔ اس واقعہ کو دلیل بنا کر کوئی بے شوہر خاتون قیامت تک یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کیونکہ یہ اللہ کا قانون نہیں ہے شاید تعویذ فروش اور جنات کو قابو کرنے کا دعویٰ دار پیر و مولوی، مال کھا کر کسی ایسی عورت کے حق میں فتویٰ دیدے

مندرجہ بالا خاص واقعات (معجزات) کو دلیل کے طور پر پیش کرنے والے یا تو زبے جاہل ہیں یا فریب کار، کیونکہ معجزات عام قانون سے مستثنیٰ ہوتے ہیں چنانچہ ایسے لوگوں کے لیے جو قرآن و صحیح احادیث کو مانتے ہیں اور نہ اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت "عقل" ہی کہ کام میں لاتے ہیں، یہی کہا جاسکتا ہے اُولَٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلٰی هُمْ اَضَلُّ ط کر یہ لوگ بالکل جانوروں کی طرح ہیں علیہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ (الاعراف)

یہی لوگ اپنے باطل اور گمراہ عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کچھ دنیاوی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں کہ دیکھو! سوتا ہوا انسان

بھی مُردہ ہوتا ہے۔ نیند کی حالت میں (خواب کے اندر) جو سختیاں اور تکالیف اس کی روح کو پہنچتی ہیں اس کا احساس اس کے سوئے ہوئے بدن کو بھی ہوتا ہے اور یہ مثال آج کے بڑے بڑے مفتی، محدث اور مفسر پیش کرتے ہیں۔ موت اور نیند کا ذکر قرآن و احادیث میں موجود ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سویا ہوا فرد بھی حقیقت میں مُردہ ہوتا ہے بلکہ سوئے ہوئے کو مُردے سے تشبیہ دی گئی ہے اور انسانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ دیکھو دنیا کی زندگی میں تم رہتے ہو اور ہر موقع پر اللہ کے اختیار اور قبضے میں ہوتے ہو، زندہ ہوتے ہوئے بھی تمہارا اپنی جانوں پر کوئی اختیار اور کنٹرول نہیں ہوتا اور بتایا گیا ہے کہ تمہاری زندگی کا نظام ہماری مرضی سے چل رہا ہے اس میں کسی اور کا دخل یا اختیار نہیں بہر حال ان لوگوں کی یہ مثال اور دلیل بھی خود انہی کے خلاف جاتی ہے۔

بخاری کی حدیث میں ہے کہ نیک میت کو جب لوگ دفنانے لے جاتے ہیں تو یہ کہتی ہے قَدِ مَرُوتِي، قَدِ مَرُوتِي کو مجھے جلدی لے چلو، مجھے جلدی لے چلو۔ جب کو گنہگار میت کہتی ہے کہ "ہائے افسوس! تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔" اور اگر اس میت کی یہ آواز وغیرہ انسان سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔

اب عقل والے ایمانداران قبر و مسک پرستوں کی نیند والی مثال اور بخاری کی اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا غور فرمائیں کہ کیا کوئی سویا ہوا شخص کلام کر سکتا ہے یا کسی کی بات سن سکتا ہے (بشرطیکہ وہ مکمل سویا ہوا ہو، ان مسک پرست علماء کی طرح قصداً

انہیں بندہ کی ہول)؟ اگر کوئی سوئے ہوئے شخص کو سلام کرے تو کیا وہ سلام کا جواب دے سکتا ہے؟ کیا ایک سویا ہوا شخص اپنے قریب کھڑے ہوئے دوست کے ان کو پہچان لیتا ہے؟ کیا کسی سوئے ہوئے شخص کے ڈراؤنے خواب سنا اس کے قریب سے گزرنے والا کوئی جانور یا چوپایا متاثر ہو سکتا ہے؟

اگر مکمل سوئے ہوئے آدمی کو نیند کی حالت میں کہیں لے جایا جائے تو کیا وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟ کیا وہ اپنے ساتھ ہونیوالی اس کا ردائی سے باخبر ہوتا ہے؟

اگر کوئی مالک مکان سویا ہوا ہو اور اس حالت میں جو گھر میں داخل ہو جائے تو کیا وہ چور کی آہٹ (چاپ) سن سکتا ہے؟ یا چوری ہو جانے کے بعد سوئے ہوئے انسان مالک مکان کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مکان میں کون آیا تھا یا سویا ہوا اپنے مکان کی چھت پر چلنے والے کو پہچان لیتا ہے۔

کیا کبھی کوئی عقلمند سمجھدار آدمی اپنے سوئے ہوئے رشتہ دار یا رشتہ کو نیند کی حالت میں پیغام دیتا ہے؟ (ہرگز نہیں) کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سویا ہوا بالکل نہیں سنتا اس لیے اس کو پیغام دینا بیکار ہے وہ کسی جاگتے ہوئے فرد کو پیغام دے کر سمجھا دے گا کہ جب نیند

لے جب زندہ انسان بھی اپنے مکان کی چھت پر چلنے والے شخص کو نہیں پہچان سکتا تو وہ مُردہ انسان اپنی آہٹ کو پاس کیسے ہوئے کو کیسے پہچان لے گا؟

سے بیدار (مگر زندہ) ہو جائے تو اس سے یہ کہہ نیا کہ نکال صاحب
نے تمہارے لیے یہ بیخام دیا ہے)

امید ہے کہ مذکورہ بالا جملہ سوالات کا جواب نفی میں ہوگا
کیونکہ یہ سارے مشاہدے دل رات ہاری آنکھوں کے سامنے ہوتے
ہیں۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ جب سویا ہوا زندہ انسان (مجھن
شعور و ادراک کے اعتبار سے عارضی طور پر مردہ ہوتا ہے) نہ کلام کہہ سکتا
ہے نہ سن سکتا ہے نہ سلام کا جواب دے سکتا ہے نہ اپنے قریب کھڑے
ہوئے دوست کو کہہ سچا سچا کہہ سکتا ہے یہاں تک کہ اپنے دشمن (چودہ)
تک کہ نہیں پہچان سکتا تو حقیقی مردہ کیسے کلام کہے گا، دوسروں کے
جو قول کی چاپ کیسے سنے گا؟ اور اگر سوئے ہوئے شخص کے لیے یہ
عقیدہ ہے کہ وہ ماحول سے غافل اور بے شعور ہوتا ہے تو پھر مردے
کے لیے یہ عقیدہ اور اس عقیدے کے حجاز کے لیے اتنی دود کی کوڑیاں
ڈھونڈ لانے کی دھن اور فکر کیوں ہے؟ کہ وہ ہر وقت قبر میں بیدار نہ ہو
سمیع اور علیم و بصیر ہوتا ہے حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ تو حید
کے بڑے بڑے علمبردار بھی اس ممکنے کو نظر انداز کرتے ہیں یا سمجھ نہیں
پاتے مردے کے بارے میں یہی تصور تو قبر پرستی کی دیو مال کی بنیاد اور ہمارا
ہے اور اسی سکتے پر (بظاہر کفر و شرک کے تو ڈول کے باوجود) یہ بریلویوں
سے ہاتھ ملاتے اور اس مردے کے تعلق سے اس عقیدے و نظریے کے دفاع
میں قرآن و سنت اندہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی پوری زندگی
کے طرز عمل پر مشتمل ٹھوس اور واضح دلائل کے مقابلے میں بریلویوں کی طرف

سے پیش کئے گئے دلائل، ان تنکے کے سہاروں اور غیر واضح باتوں کو پیش
کرتے نظر آتے ہیں۔

اگر یہ عقلمندی ہے تو پھر نادانی کیا چیز ہوتی ہے؟ اور اگر یہ علم
ہے تو پھر جہالت کس چیز کا نام ہے؟ قَاعِبِدُوا كَا دِلِي الْاَبْصَارِ
فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ ج خَا لِي تَصَدَّقُونَ ۵

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی مخالفت کے لیے
بہنیں تشریح کے لیے بھیجے گئے تھے ہم گنہگار تو سوچ بھی نہیں سکتے
کہ انھوں نے قرآن کے خلاف کوئی عمل کیا ہو گا یا حدیث بیان کی ہوگی
اگر کوئی اور اسکی سمجھت کرتا ہے تو یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے ہر حال ہم
اپنے رب کو گواہ بنا کر اعلان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے قرآن کے ایک ایک لفظ پر مضبوط ایمان اپنے عمل سے ثابت کر
دکھایا ہے اور دنیا جہاں والوں سے قرآن کی تعیلمات کے دفاع کے
لیے جنگ لڑی ہے۔

یہ جو بعض احادیث کو قرآن کے خلاف سمجھا جا رہا ہے یہ
قرآن کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ان احادیث میں ادیبانہ طور پر سمجھایا گیا
ہے کیونکہ خود قرآن میں ادب پایا جاتا ہے (بلکہ قرآن کی زبان ایک
اعلیٰ ترین ادبی شاہکار کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ ایسا ادب جسکی کوئی
مثال نہیں پیش کی جاسکتی ہے) مثال کے طور پر منافقوں اور کافروں

لے قرآن اللہ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سچہ ہے ہر رسول کو
اللہ نے حالات اور زمانے کے لحاظ سے سچہ عطا کیا رسولی علیہ السلام

کے لئے فرمایا گیا **سَمِعْتُمْ مَعْنَى قَهْرًا لَا يَزِيدُكُمْ إِلَّا يَرْجِعُونَ** ۱۸ یہ پہلے ہی کوئے
 بنی اللہ ہیں کبھی رجوع کرنے والے نہیں (البقرة: ۱۸) اب اگر
 قرآن کا کوئی قاری اس آیت کو پڑھنے کے بعد ہر منافق اور کافر کو
 دنیوی طور پر بہرہ، گونگا اور اندھا سمجھے تو یہ اس کی نادانی ہے اس
 آیت کا مطلب ہرگز یہ نہیں بلکہ دراصل مطلب یہ ہے کہ یہ کافر اور
 منافق کھلی آنکھوں سے کائنات میں کھری ہوئی اللہ کی قدرت کی...

بقیہ حاشیہ ص ۵۹

کے زمانے میں جادو نروں پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو
 ایسے معجزات دیے کہ اس زمانے کے تمام جادوگر اپنے جادو کے ذریعے
 ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور یقیناً حقیقت کے سامنے سرخم کرنا پڑا۔ عیسیٰ
 علیہ السلام کے زمانے میں طب نے خوب ترقی کی تھی ہر بیماری کا علاج
 دریافت کر لیا گیا تھا سوائے اندھے کو بینا کرنے اور کوڑھ کے مریض کو ٹھیک
 کرنے کے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے، مادر زاد
 اندھوں کو بینا کرنے اور کوڑھ کے مریض میں مبتلا مریضوں کو ٹھیک کرنے
 کے معجزات عطا فرمائے جنہیں دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کے زمانے میں شعرو شاعری اور زبانی داد و سب کا مقابلہ نروں پر تھا
 تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی شکل میں ان پر معجزہ نازل فرمایا جس سے پہلے بڑے
 بڑے شاعر اور دیوانہ کو چیلنج کیا گیا کہ **فَاِنَّ تَسْتَفِزُّنَا مَثَلًا
 شَيْئًا وَلَا تَرْجِعُوْنَ اَعْيُنَكُمْ عَلٰی الَّذِيْ اَخْرَجْنَا مِنْكُمْ صٰدِقِيْنَ**
 لیکن وہ سب قرآن کی ایک سورۃ کیا ایک آیت بھی نہ بنا سکے اور نہ ہی
 قیامت تک کوئی بڑا سے گار۔

انشائیوں کا نظارہ کرنے اور کانوں سے اللہ کا سچا کلام سننے کے باوجود
 بھی اگر اپنی زبانوں سے ایمان کا اقرار نہیں کرتے، حق کو نہیں مانتے تو
 گویا یہ اللہ کی دہی ہوئی سننے، بولنے اور دیکھنے کی ان نعمتوں سے کام
 نہیں لیتے جب یہ کائنات کے اصل خالق کو دیکھنے، سننے اور ماننے
 کے لئے تیار نہیں تو پھر اللہ کی نظر میں یہ اندھے، بہرے اور گونگے ہیں
 اللہ ان سے قیامت کے دن ان نعمتوں کی ناقدری کا بھی حساب لے گا
 حالانکہ دنیوی طور پر کافر و منافق اپنے مطلب کی چیزوں کو دیکھتا، سنتا
 اور ان کی افادیت کو تسلیم کر کے ان کے حصول کے پیچھے لگا رہتا ہے۔
**سورة بنی اسرائیل میں فرمایا گیا وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهِ اَعْمٰی
 فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَ اَضَلَّ سَبِیْلًا** اور جو شخص اس
 (دنیا) میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور (نجات کے)
 رستے سے بہت دور (آیت نمبر ۷۲)۔ اگر اس آیت کے ظاہری معنی لیئے
 جائیں تو پھر صحابہ کرامؓ میں بھی نابینا تھے، ان کے بارے میں بھی یہ
 ماننا پڑے گا لیکن اس کے ہرگز یہ معنی نہیں بلکہ اس آیت میں ادنیٰ انداز
 میں کافروں کو ڈرایا گیا ہے کہ اللہ کی اس نعمت، بصارت، کی دنیا میں
 ناقدری کا انجام آخرت میں یہ بھی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح سورۃ نوح میں ان نول سے فرمایا گیا ہے۔
وَاللّٰهُ اَنْزَلَ نُبَاتًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِیًا اور اللہ تعالیٰ نے ہی
 ہم کو زمین سے اگایا، حالانکہ ہر انسان جانتا ہے کہ وہ زمین سے نہیں
 اگتا بلکہ اپنی مال اسے جنم دیتی ہے یہ قرآن کا ادنیٰ انداز ہے۔ یونس
 علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا، **كُلُّوْا اَنْتُمْ كَمَا كُنْتُمْ** اے

مِنَ الْمُتَّبِعِينَ ۖ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۚ
 پھر اگر وہ (اللہ کی) پاکی بیان کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت تک
 مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ (الصفہ: ۱۲۳، ۱۲۴) رطاسر ہے
 قیامت تک مچھلی ہی نہ ہوتی تو یونس کہاں رہ سکتے تھے، اس کا
 مطلب یہ ہے کہ مچھلی کی خوراک بن جاتے۔

اسی طرح قرآن کے انکار یوں کے لئے فرمایا گیا لَا تَفْتَحْ
 لَهُمْ أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ
 الْجَحْمُ فِي سِجِّمِ الْجَحِيظِ ط کہ ان (کافروں کی ارواح) کے لئے
 نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہونگے
 یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے۔ (الاعراف: ۴۰)
 یعنی کافروں اور مشرکوں کا جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے نایہ کہ کافروں
 کی ارواح آسمان پر نہیں چڑھ سکتیں۔ بخاری کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کا ارشاد ہے کہ پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام کے واسطے طرف نیک لوگوں
 (مسافروں) کی ارواح ہیں اور بائیں طرف کافروں کی ارواح ہیں۔

۱۔ بعض قبر پرست، منکر قرآن اس سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو
 یونس علیہ السلام قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہتے، اسی طرح
 سارے انبیاء و قہرلوں میں زندہ رہتے ہیں اور ان کے جسم فنا نہیں ہوتے
 حالانکہ یونس علیہ السلام کے اس واقعہ سے تو ثابت ہوا کہ انبیاء و مہم کے جسم بھی
 گل جاتے ہیں کیونکہ یونس علیہ السلام زندہ حالت میں مچھلی کے پیٹ میں
 کچھ دقت یا دن رہے تھے اور ان کا بدن اوپر سے گل کر اتنا کمزور ہو گیا

یہی بات دوسری آیت قرآنی میں صاف اور آسان طریقے سے بیان
 ہوئی ہے۔ فرمایا اِنَّهُ مَنَّ لِّیْ فَاٰلِلّٰہِ فَفَعَلْتُ حَقَّ اللّٰہِ
 عَلَیْہِ الْجَنَّةَ۔ (المائدہ: ۱) بیشک جس کسی نے اللہ کے ساتھ شکر کیا
 اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی۔

مندرجہ بالا قرآن کی کچھ آیات پیش کرنے کا مقصد یہ ہے
 کہ جس طرح قرآن میں ادنیٰ انداز سے ان نول کو بعض مقامات پر نصیحت

بقیہ حاشیہ ۸۲

تھا کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہے تھے اور اگر کچھ دقت مزید وہ
 مچھلی کے پیٹ میں رہتے تو مکمل طور پر ختم ہو جاتے اور فرمان الہی کے
 مطابق قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے یعنی اسکی خوراک بن جاتے
 لیکن اللہ نے اپنی مہربانی سے انھیں مچھلی کے پیٹ سے باہر نکال دیا مچھلی
 کے پیٹ میں سے نکالنے کے بعد اللہ نے کچھ دنوں کے لئے کدو کی بیل کے
 ذریعے ان کی حفاظت کی یہاں تک کہ وہ دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل
 ہوئے۔

اسی طرح نصاریٰ کے لئے فرمایا گیا فَاَعْدٰیْنَا بَلٰیئَہُمْ الْعَذَابُ
 وَ الْبَعْضُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ط ہم نے ان کے درمیان قیامت
 تک کے لئے دشمنی اور کینہ ڈال دیا۔ (المائدہ: ۱۲۴) حالانکہ نصاریٰ
 قیامت تک زندہ تو نہیں رہیں گے۔ یہ قرآن کا ان نول کو سمجھانے کیلئے
 ادنیٰ انداز ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مراد سے یہود و نصاریٰ
 قیامت سے پہلے علی علیہ السلام کے ہاتھوں ختم کر دیے جائیں گے صلیب
 توڑ دی جائے گی اور دنیا پر نصاریٰ سے مسلمان ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

کی گئی ہے اسی طرح احادیث میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔
 مثال کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نمازیں
 باہتد سے صدقہ دو تو کوشش کرو کہ بائیں ہاتھ کو خیرہ ہوا اب ایک شخص
 اپنے عمل سے بائیں ہاتھ کو کیسے بے خبر رکھ سکتا ہے یہ ادبی انداز سے
 نصیحت ہے کہ جب صدقہ دو تو کوشش کرو کہ اس میں ریاکاری نہ رکھو اور
 اور نام نمود نہ ہو اسی طرح نماز کے بارے میں فرمایا من درک الله لوقۃ
 متعصداً فقد کفر۔ جس نے قصد نماز چھوڑ دی، اس نے کفر کیا۔
 اب کتنے ایسے مسلمان ہیں کہ اذان سننے کے باوجود بغیر عذر کے نماز
 پڑھنے نہیں جاتے اس حدیث کے متن کی روش سے تو ایسے مسلمانوں کا فز
 ہر گزے لیکن نہیں اس حدیث کے ذریعے بے غازیوں کو سمجھنے سے خبردار
 کیا گیا ہے تاکہ ہر مسلمان اپنی نماز میں حفاظت کرے۔

بخاری کی حدیث میں فرمایا گیا کہ زمین پر گرمی جہنم کے سانس
 چھوڑنے کی وجہ سے ہوتی ہے اس حدیث میں بھی ان لوگوں کے لیے
 ڈراوا ہے جو گرم ملکوں میں رہتے ہیں کہ آج تم اسی گرمی کو جو جہنم کی
 سانس سے پیدا ہوتی ہے برداشت نہیں کر سکتے تو کل اگر جہنم کے
 پیٹ میں اتار دیے گئے تو پھر کیا کر گے؟ درنہ اس دنیا میں کتنے ایسے
 ملک ہیں جہاں سال کے بارہ مہینے برف بڑتی رہتی ہے کیا جہنم کی
 سانس ان ملکوں تک نہیں پہنچی؟ ظاہر ہے اس حدیث میں ایک
 تنبیہ ہے، بخاری کی ایک دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شَوَالٍ لَعَلَّكُمْ
 كَالْتِ أَمْثَلُ ذَلِكَ۔ کہ جنت تمہاری جوتی کے تھے سے زیادہ

قریب ہے اور اسی طرح دوزخ بھی۔ اب اگر اس حدیث کے کوئی ظاہری
 معنی لیتا ہے تو پھر جنت اور دوزخ کو یا اسی زمین کے اندر موجود ہیں
 جس پر انسان چلتا پھرتا ہے لیکن حدیث کی روشنی میں یہ عقیدہ رکھنا
 درست نہیں بلکہ جاہلوت پر مبنی تصور ہو گا۔

اس حدیث میں دراصل یہ بات بتائی گئی ہے کہ اگر کسی شخص
 دینے پر چلو گے تو جنت میں جاؤ گے اور اگر غلط راستے پر قدم اٹھاؤ گے
 تو جہنم میں داخل ہو جاؤ گے ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے الْجَنَّةُ
 تَحْتَ أَقْدَامِ الْأَنْفُسِ۔ جنت مال کے قدموں کے نیچے ہے۔
 اس حدیث کو پڑھنے کے بعد اگر کوئی بیٹا کدال اٹھا کر مال کے قدموں
 کے نیچے سے زمین کھودنے لگے کہ جنت تلاش کرے تو دنیا واسطے اور
 مسلمان بھی اسے جاہل و دیوانہ ہی سمجھیں گے کیونکہ اس حدیث میں یہ بات
 بیان کرنے کا مطلب اور اصل مسلمانوں کو اپنی ماڈل کی خدمت کر کے اللہ

کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کو کہا گیا ہے اور یہ ادبی انداز ہے۔
 اسی طرح ترمذی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو میوہ کھاؤ
 سوال کیا گیا کہ اللہ کے رسول! جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا مساجد۔
 پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ اور میوہ کھانا کیا ہے؟ فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ
 وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ آداب المساجد
 شیخ علیہ السلام نے ایک مقام پر فرمایا الْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ

لے جنتیں عرشِ الہی کے نیچے ہیں (بخاری)

”جنت تنوار دل کے سایہ کے نیچے ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ ایماندار مجاہد جبرائیل کی راہ میں قتال کرتا ہے اور اپنی جان کو خطرے میں ڈالتا ہے وہ جنت کا حقدار ہوتا ہے اس حدیث سے مطلب لینا کہ بہت ساری تنواریں جمع کر کے ان کا سایہ بنالیا جائے تو ان کے نیچے جنت ہوگی حصن بہالت ہے اسی طرح بخاری کی ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ ایک سلمان جب زیادہ عبادت گزار بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں بن جاتا ہے اب اللہ تعالیٰ کا اپنے خافی بندوں کا ہاتھ پاؤں اور آنکھیں بن جانا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس حدیث کے ظاہری الفاظ پر عقیدہ بنانا یا کسی کا یہ دعویٰ کرنا کہ اللہ تعالیٰ میرا ہاتھ اور پاؤں بن گیا ہے جس طرح اکثر صوفیائے دینی دعویٰ کیا ہے (خالص کفر اور کفریہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزار اور حقیقی بندے کو اپنے... تقریب اور محبت سے نوازتا ہے اور اس طرح اس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھوں وغیرہ سے گناہ، مصیبت اور اللہ کی نافرمانی کے افعال سرزد نہیں ہوتے حدیث تدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بٹھاتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بٹھاتا ہوں، جب وہ چلتے ہوئے آتا ہے تو میں دوڑتے ہوئے اس کی طرف جاتا ہوں۔ ظاہر ہے اس میں ادبی انداز سے سمجھایا گیا ہے کہ اللہ اپنے ایماندار بندوں کے نیک اعمال کی بہت زیادہ قدر کرتا ہے جیسے فرمایا **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ** (آل عمران: ۴۸) اسی طرح حدیث بخاری کے مطابق ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ضحیت کی کو اپنی جو کھٹ بدل لو تو انھوں نے باپ کا یہ پیغام سننے کے بعد دوسرا سکارچ کر لیا۔ (اس دور کا مولیٰ اور پیر ہوتا تو فوراً دروازہ بدل لیتا) عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کی وفات کے

بعد کون سی بیوی پہلے آپ سے ملے گی (یعنی وفات پانے گی) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ جس کے ہاتھ مجھے ہوں گے عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم سب (انہما المؤمنین) ایک دوسرے کے ہاتھ ناپنے لگیں ہم میں سب سے مجھے ہاتھ سونڈا کے تھے لیکن وفات سب سے پہلے زینب کی ہوئی راجعہ میں ہم سمجھے کہ مجھے ہاتھوں سے مراد صدقہ دینا ہے کیونکہ زینب ہم میں سب سے زیادہ صدقہ کرتی تھیں۔

یہی مقصد ہے اس فرمان رسول کا جس میں فرمایا گیا ہے کہ ”جس دوسرے کو اہی دیں تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔“ اس میں مسلمانوں کے لیے یہ تعلیم ہے کہ وہ اپنی قوم، اہل بیت اور عداوت میں اس طرح زندگی بسر کریں کہ وہاں کے لوگ ان سے بہرہ نشان دبیزار نہ ہوں ان کا کردار اعلیٰ ہوا اور لوگوں کی عزت اور مال کو ان کے ہاتھوں نقصان نہ پہنچے چنانچہ اسکی مزید... وضاحت دوسری احادیث میں اس طرح کی گئی ہے۔ **الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَفِيهِ كَرَمٌ** (بخاری) جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اِنَّ شَدَّ لِسَانِ مَنْنَكَ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَرَعَهُ (اَوْ تَرَكَهُ) **النَّاسُ اَتَقَاءُ نَحْشِهِ**۔ ”اللہ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین منافق اس شخص کا ہوگا جس کی بیز باقی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں گے“ (بخاری و مسلم) درجہ دوم منوں کی گواہی کیا اگر ساری دنیا بھی کسی کے ایمان کی گواہی دے اور وہ باطنی طور پر اللہ کا نافرمان یا سرکش ہو تو اللہ کے ہاں کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ کے نزدیک

تو یہ سچا ہے اِنْعَمَ الْاَعْمَالُ بِالْاَنْبِيَاءِ کہ اعمال کا دار و مدار نبوت پر ہے۔ اور کسی کی نیت کو اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ کتاب ان عالم الغیب نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اللہ کے رسول بھی عالم الغیب نہیں تھے ورنہ وہ اسلام کے جگر گوشوں (صحابہ کرامؓ) کو ان ظالموں کے حواس نہ کرتے جنہوں نے ظاہراً اسلام اور مسلمانوں سے بدھری جتا کر ان شر صحابہ کو بشر معونہ کے مقام پر دھوکے سے قتل کر ڈالا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے تو فرمایا ہے کہ میں مختاری طرح انسان ہوں اور ظاہر پر فیصلہ کرتا ہوں۔ اس لیے اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنے بھائی کو خود ہی اس کا حق دے دیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ان فرمودات کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا لَا تَعْلَمُوهُمْ طَمَعُنْ لَعَلَّكُمْ لَهُمْ "تم انہیں نہیں جانتے، ہم تو انہیں جانتے ہیں" (توبہ: ۱۰۱) فَإِنْ تَرَوْهُوَ وَعَدْلَهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ہ اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ لیکن اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔" (توبہ: ۹۶) مندرجہ بالا احادیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قرآن کی طرح اپنی انداز سے تعلیم و تبلیغ فرمائی ہے کیونکہ وہ اُس زمانے کے بڑے بڑے ادباء کے درمیان محبوب تھے وہ رسول ہونے کے ساتھ ساتھ انسان بھی تھے بعض اوقات وہ مثالیں دے کر بھی نصیحت کرتے تھے جس طرح انہوں نے اپنی پہلی تقریر میں کوہ صفا پر چڑھ کر مکر والوں کے سامنے مثال بیان کی کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے نیچے سے دشمن حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم مان لو گے، سب نے کہا ضرور مانیں گے اس کے بعد نبی علیہ السلام نے توحید بیان کرنا شروع کی۔ نبی اللہ کی بات

ان کے ذہنوں میں بٹھانے کے لیے کبھی دنیاوی مثالیں بھی پیش کرتے۔ ایک مرتبہ ایک بڑھیا نے سوال کیا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں جنت میں جاؤں گی؟ نبی علیہ السلام نے مزاحاً فرمایا بڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہو سکتیں لیکن بعد میں بڑھیا کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ خیت میں بڑھے نہیں بلکہ جنتی جوان بنکر داخل ہوں گے۔ اسی طرح بخاری کی ایک... حدیث کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ کوئی نماز نہ پڑھے، نماز ہم بنو نضیر کے ہاں پہنچ کر پڑھیں گے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے راستے میں نماز ادا کر لی لیکن اللہ کے رسولؐ نے صحابہؓ کے اس دخل پر کچھ نہیں فرمایا یعنی ناراض نہ ہوئے کیونکہ یہ بات آیت نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ سے جلدی نکلنے کے لیے فرمائی تھی تاکہ مدینہ میں فتنہ نہ ہو اور اس حکم پر پورا سے صحابہؓ نے فوراً عمل کر لیا۔

آج کے یہ قبر و مسک پرست دراصل اپنے گمراہ اور کافر دشمن اسلام کو بچانے کے لیے اس طرح کی بعض احادیث کو (جن کا متن لفظاً قرآن سے مختلف ہوتا ہے) پیش کر کے اللہ کے رسولؐ پر برا بھلا مانڈتے ہیں کہ سب سے پہلے آپؐ نے قرآن کی مخالفت کی تھی۔ عیاذ باللہ! خود کرنے کا مقام ہے کہ جس رسول کو اللہ کا حکم ہو فَبَلَّغْ مَا آتَاكَ الذِّكْرَ مِّنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط کہ بیان کر دو اس قرآن کو جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل ہو رہا ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ (المائدہ: ۶۷) فَلَا تَطِيعُ الْكَافِرِينَ دَجَابِہُمْ دَبَّہُ جِبَا دَا کَبِلُوا (الفرقان) "کافروں کا کہا ہو کہ نہ مانو اور ان سے اس قرآن کے فریضے بڑا جہاد کرو۔" فَذَكِّرْ

جَالِقُزَانٍ مِّنْ يُّخَافُ وَعِيدٌ ۝ پس اس قرآن سے نصیحت کرو
اس کو جو ہماری وعید (تنبیہ) سے ڈرتا ہے " (ق: ۲۵) اَتَّبِعُوا مَا
اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ
(الاعراف: ۱) پیروی کرو اس قرآن کی جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل
ہوا ہے اور اس کے علاوہ دوسروں کی پیروی مت کرو۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا
لَحِصْنُ الْاَلْفِ دَرِيْلٌ ۙ لَّا خُذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا
مِنْهُ الْوَتِيْنِ ۝ (الحاقة: ۳۴-۳۵) اور اگر یہ پیغمبر ہماری...
سب سے کوئی غلط بات بنائے تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیں اس کی رگ گردن کاٹ
ڈالیں۔ تو کہیں اللہ کے فرمان کے خلاف کوئی غلط بات پیش کر سکتے ہیں!

قرآن کی مندرجہ بالا آیات کے ساتھ جس رسول کی مسلمانوں کے لئے یہ
خوشخبری موجود ہو "اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ جِهْتَ الَّذِي يَشَاءُ اَوْ يَخْتَارُ
يَضَعُ بِهٖ الْاٰخِرِيْنَ (مسلم) کہ بیشک اللہ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے
قبول کو عروج دیتا ہے اور اسی قرآن کو چھوڑ دینے کی وجہ سے زوال دیتا
ہے۔" اور جو رسول مسلمانوں کو قرآن کی نافرمانی کرنے سے خبردار کرتے ہوئے
یفرماتا ہے کہ "قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف" (مسلم)
وہ رسول قرآن کے خلاف کیسے حدیث بیان کر سکتا ہے!

رسول کے لئے تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن
وہ قرآن کے نافرمانوں پر گواہی دیں گے۔ قَالَ الرَّسُوْلُ ۙ يَا رَبِّ
اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ (الفرقان: ۱) رسول
کہیں گے اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا ہے
وَمِنْ اٰصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۙ وَمِنْ اٰصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قَوْلًا ۙ

مندرجہ بالا آیات اور احادیث کے باوجود اگر کوئی سرسبز، ضدی یہ اعلان کرتے
کہ ہم تو ان احادیث پر بھی عقیدہ بنائیں گے جن کا ظاہری متن مسرتان ہے
نکوتا ہے تو ایسے نکرین اسلام کے لئے حجت کے طور پر عائشہؓ کی وہ حدیث پیش
خبرست ہے جس میں ائمہ المؤمنین عائشہؓ سے کسی نے رسول اللہ کے اخلاق کے متعلق
پوچھا تھا عائشہؓ نے جواب میں فرمایا تھا اَلَمْ تَقْرِعِ الْقُرْاٰنَ - كَانَ خُلُقُهُ
الْقُرْاٰنَ۔ (اے پوچھنے والے) کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا رسول کا اخلاق
قرآن کے مطابق تھا۔

یہ فقرہ پرست اور قبول کے بجائے جب قرآن و احادیث سے اپنے حق میں
کوئی دلیل نہیں پاتے تو لاجواب ہو کر آخر میں یہ اعتراف کرنے لگ جاتے ہیں کہ بیشک
ہے کہ مردے نہیں سنتے اور قیامت کے دن زندہ کئے جائیں گے لیکن کسی پر کفر
اور شرک کا فتویٰ لگانا مبلغ کا طریقہ نہیں ہے۔

اے یعنی دے الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں کہ ہمارے گزرے ہوئے اصناف نے
کفر کیا ہے لیکن تم ان کو کافر نہیں کہو گے آج اگر ابو جہل بد نصیب دوبارہ زندہ
کر دیا جائے اور ان قبر کے پجاریوں اور ملک پرستوں کے عقائد کو دیکھے جو ہمارے
قرآن اور سنت کے خلاف ہیں تو ان لوگوں سے یہی کہے گا کہ تم کتنے خوش قسمت
ہو کہ تمہیں فرشتے بنانے کی اجازت ہے قبر پرستی اور ہر میلے میں شرکت کرنے کی
اجازت ہے قرآن تک سے انکار کرنے کی اجازت ہے اس رسول (محمد بن
عبداللہ) سے تو ہم نے ایک میلے کی اجازت مانگی تھی قرآن میں صرف حضور اس
روڈ بدل کرنے کی درخواست کی تھی لیکن وہ ذرا بھی نرمی کے لئے تیار نہیں تھے
آخر دم تک وہ ہمیں ان اعمال کی وجہ سے کافر و مشرک سمجھتے رہے۔

اپنے اس اعتراض کی حمایت میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ
 دیکھو فرعون نے جب موسیٰ سے پوچھا: فَأَمَّا الْفَرَخَانِ الْأُخْرَىٰ بِأَكْبَرِ
 ”ہمارے گزرے ہوئے باپ، دادا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟“ (طہ: ۵۱)
 تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ (طہ)
 ”ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔“

اس دلیل کو پیش کر کے یہ بزدل، مصلحت پسند اور دنیا پرست یہ ثابت
 کرنا چاہتے ہیں کہ تبلیغ میں سختی نہیں ہے۔ کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہیے۔
 حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجنے سے پہلے
 اللہ نے خدا ان کو حکم دیا تھا: فَتَوَلَّاهُ قَوْلًا لِّئَلَّا نُنَبِّئَهُ بَيْتَ ذِكْرِ
 أَوْ يَخْشَىٰ (طہ: ۴۴) اور اس فرعون سے نرمی سے بات کرنا شاید
 وہ غمگین ہو یا ڈر جائے۔

موسیٰ علیہ السلام کے اس انداز میں فرعون کو جواب دینے کی ایک اور حکمت
 بھی تھی۔ دراصل یہ سوال کر کے فرعون کو مکار و چالاک ان کو اصل مقصد سے مٹانا
 بقیہ حاشیہ ص ۹۱

بعض اپنے گمراہ اسلاف کے دفاع میں قرآن کی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں
 فَلَمَّا أَتَتْهُ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَفَكَهُنَّ مَا
 كَسَبَتْمْ ج وَ لَا تَسْكُنُونَ عَمَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (البقرة)
 حالانکہ اس آیت میں یہودیوں کو جواب دیا گیا ہے کہ پادشاہ سلطان یہود
 کے زعم میں مبتلا نہ ہو۔ تم یہ یہودیوں کی اولاد ہو لیکن جب تک اللہ پر
 خالص ایمان نہ لاؤ گے اور ان انبیاء کے راستے کو نہ اپناؤ گے تو فلاح
 نہیں پاسکو گے۔ ان انبیاء کے اعمال تمہارے بھی کام نہ آئیں گے۔

چاہتا تھا اگر موسیٰ علیہ السلام جواب میں فوراً سب کو کافر اور شرک کہہ دیتے تو
 سب لوگ مشتعل ہو کر ان کی بات ماننے سے انکار کر دیتے اور فرعون کو موسیٰ
 علیہ السلام کی گرفتاری کا بہانہ مل جاتا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے مکرو فریب کو
 بھانپتے ہوئے یہ جواب دیا تھا: وَرَزَقْنَاكَ مِنْ أَرْضِ عَالِيهِمُ الْعَالَمِينَ (طہ)
 ”میں نے ان سے یہ مال دیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بھی دادا تھے۔“

لے ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے نوح اور ہود علیہ السلام نے اپنی اپنی گمراہ اور
 سرکش قوموں پر کھل کر فتوے لگائے چنانچہ ملاحظہ ہوں ان کے فتوے:-

وَلَكِنِّي أَنَا كُفْرُكُمْ قَوْمًا يَجْهَلُونَ (یونس: ۲۹) (الاحقاف: ۲۲) صاحب
 (گمراہ) قوم کی شکل میں دیکھ رہا ہوں۔ (مہرود: ۲۹) (الاحقاف: ۲۲) صاحب
 یسین نے اپنی قوم سے کہا: إِنِّي أَنَا كُفْرُكُمْ قَوْمًا يَجْهَلُونَ (یونس: ۲۹) (الاحقاف: ۲۲) صاحب
 روش اختیار کر کے اللہ کے علاوہ دوسروں کو اللہ بناؤں، تو اس وقت میں کھلی گمراہی
 میں ہوں گا۔ (یسین: ۲۴) اسی طرح اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
 قوم کے اس پہلے شخص عمرو بن لُحی الخزاعی (جس نے عرب میں بتوں اور غیر اللہ کے نام
 پر سب سے پہلے نذر نیا ز دینے کا آغاز کیا تھا) کے اس کے کفر و شرک کی پاداش میں
 جہنمی ہونے کی خبر دی (بخاری) اپنے ایک صحابی کے پوچھنے پر اس کے عقیدہ
 باپ اور اپنے باپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور ان کے جہنم کی آگ میں ہونے کی
 خبر دی (مسلم) حالانکہ خود نبی علیہ السلام نے اپنے باپ کو دیکھا تک نہ تھا۔
 محسن دوسروں کے سنیے پر فتویٰ لگایا جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے دوسرے مشرکوں
 کے کہنے (خبر دینے پر ان کے اور اپنے آباء اجداد کو گمراہ اور کافر قرار دیا۔ نبی علیہ السلام
 نے اپنے صحابی سے یہ نہیں کہا کہ مجھ پر فتوے لگاؤ کہ میں کافر ہوں۔

جب آند (ابراہیم کے والد) نے اپنے گمراہ عقیدہ کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام سے تکرار کیا تو انھوں نے اپنے باپ کو گمراہ (کافر) قرار دیتے ہوئے فرمایا: **إِنِّي أَرَاكَ وَقَعْقًا مَلَكًا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ** ۵ میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمھاری قوم کھلی گمراہی میں ہو (الانعام)

یہاں تک کہ پوری قوم پر کھل کر گمراہی اور کفر کا فتویٰ لگایا۔ **لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ** ۵۔ تم سب اور تمھارے گمراہ ہونے باپ، دادا سارے کھلے گمراہ تھے۔ (الانبیاء: ۵۴) ابراہیم علیہ السلام نے تو علی الاعلان قوم سے کہا تھا۔ **إِنَّا نَكُفِّرُ عَنْكُمْ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرًا جَعَلْنَا جَنَّاتٍ وَجَنَّاتٍ وَالْجَنَّةُ الْعُذَّةُ وَالْبَعْضُ مِنْ آبَائِكُمْ عَلَى صُلْبِ آبَائِهِمْ وَكَذَّبُوا** (الممتحنہ: ۳۰) ”ہم تم سے اللہ کی قسم اللہ کے مقابلے میں بندگی کرتے ہو براہِ راست کا اعلان کرتے ہیں ہم تمھارا کفر کرتے ہیں اور جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ ہم اور تم میں ہمیشہ کے لیے عداوت اور دشمنی رہے گی“

یہاں تک کہ پیغمبرِ مصل کے دادا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے جعلی اور بتوں کو تباہ و تاراج کر دیا اور یہ کہ یہ بتوں کو تباہ کر دیا تھا۔ **لَقَدْ كُنْتُمْ أَكْثَرُ شِرْكٍ** (البقرہ: ۱۲۲) میں تجھے ان بتوں کا

بقیہ حاشیہ ص ۹۳

ہو چنانچہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کی پوری کرتے ہوئے دنیا والوں کو ان کے گمراہ اور بدعقیدہ (بندہ و مردہ) مل باپ اور دیگر کافرین کی اندھی تقلید اور جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے حق کے مطابق فتویٰ لگانا ضروری ہے (ملاحظہ ہو سورۃ الممتحنہ: ۴ اور سورۃ الاحزاب: ۱۰)

نام بتاؤں گا۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ سب ابراہیم علیہ السلام سے اپنا تعلق جوڑتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کی پیروی کا نام اللہ نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا ہے فرمایا: **تَمَّ أَوْ حَدَّثَا إِلَيْكَ أَنْ أَبْتَغِ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا** ۵ (التخل: ۱۲۳) ”پھر ہم نے (اے محمد) تجھے وحی کی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو۔ جو یکسو بندہ ہے۔“

پورا قرآن کفر کرنے والوں کو کافر کہتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے: **أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَخَفُوا أَعْيَانِي مِنَ دُونِي أَوْ لِسَاءَ مَا كُنَّا نَعْتَدُ لَهُمْ جَهَنَّمَ لَكُمْ فِيهَا خِزْيٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ** (البقرہ: ۱۰) ”کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بتوں (پیغمبروں، ولیوں) کو کارساز، مشکل کشا بنائیں گے (اللہ ہم خفا نہیں ہلے گا) بے شک ہم نے ایسے کافروں کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے۔“ **لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط** (الانعام: ۷۲) ”بچے کافر ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مریم کا بیٹا عیسیٰ اللہ (دانا، دستگیر، مشکل کشا، حاجت روا) ہے۔“ **وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ** ”اور کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سناؤ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)“ **كُلَّ دِيَارٍ يَأْتِيهَا الْكُافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا لَعَبُدُونَ** ”کہو اسے کافرو! میں ان کی بندگی نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو“ (الکافرون: ۱۰)

اللہ نے واضح انداز سے قرآن میں فرما دیا ہے کہ جو کافر کو کافر کہے گا غیبت سے انکار کرے وہ ایماندار نہیں ہو سکتا۔ ایماندار تو وہ ہے جو پہلے طاعت سے (تافاناً، سرکش) کا انکار کرے اور پھر اللہ پر ایمان لائے۔ اس نے صحیح معنوں میں اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ (البقرہ: ۲۵۶) اب اگر کوئی اللہ پر ایمان تو

لانا ہے لیکن طاغوت (اللہ کے نافرمان اور سرکش) کو کافر نہیں سمجھتا تو ایسا ایمان کی قیامت کے دن اس کے مزید مار دیا جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بنیادی کلموں پہلے طاغوت کا انکار ہے ۔۔۔۔
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۔

لا إِلَهَ - کوئی معبود، ذات، دستگیر، حاجت روا، مشکل کشا، اولاد دینے والا، مسیح
البصیر، الخبیر، الخفی، القدیم، نہیں، إِلَّا اللہ، مگر ایک اللہ جو معبود برحق ہے۔
مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ - (محمد اللہ کے رسول ہیں) ان کا اسودہ، ان کا طریق، زندگی، تقابل
اتباع و پیروی ہے۔

یہ فرقہ پرست، صلیحیت پسند اور انہماک جو بیدار کرنے والے بڑوں نبی علیہ السلام اور صحابہ کو اسٹیم پر بھونکا الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے کسی کو کافر اور مشرک نہیں کہا تھا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کرنے والوں کو مشرک اور کفر کرنے والوں کو کافر نہیں کہا تھا تو آخر وہ کون سی ایسی بات تھی کہ جس کی وجہ سے ان اللہ پر ایمان تھے دعویداروں، حج کرنے والوں، خانہ کعبہ کے مجاوروں (قریش مکہ بنے اپنے اس بھائی، بیٹے، ہم تنہا اور یمن و صادق پر پیغمبر کو گامیاں دیں ان پر خاک اُڑائی پتھر مار کر کھیلنا کیا اور یہاں تک کہ ان کے قتل کے منصوبے بنائے رصاف ظاہر ہے کہ وہ لوگ نبی علیہ السلام سے اس لیے ناراض تھے کہ وہ ان کو علی الاعلان مشرک اور کافر کہا کرتے تھے اور کہیں نہ کہتے جب اللہ نے ان کو حکم دیا تھا کہ آپ ان کو کافر اور مشرک نہ کہیں۔ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هُمْ لَكُمْ أَعْدُوْنَ لَا أَعْبُدُ مَا لَعَبُدُوْنَ ۔ کہہ دو اے کافرو! میں ان کی بندگی نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو۔ اَلَا تَعْلَمُوْنَ اَللّٰهُ لَا مَرَدُّ لَیْ اَعْبُدُ اِلَیْہَا اَلَا لِيُحْكِمَ اَللّٰهُ لِقَاہُ الْعِبَادَ (نور: ۲۲) تو یہ اسے باطل ہے کیا تم مجھ سے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی بندگی کرنے کو کہتے ہو۔

اس زمانہ کے سارے مشرک اعدا فرعون بنی علیہ السلام کا ان کے سامنے ان آیتوں کو بیان کرنے کا کیا مقصد تھا کیا انکو ذرا اللہ تعالیٰ ان آیتوں کو چھپاتے تھے یا ان کے سامنے نہیں پڑھتے تھے ضرور کھلی کر پڑھا کرتے تھے اسی لئے توحہ ان کے غفل کے پیادے بنتے جا رہے تھے۔ اور راہ چلتے اللہ کے رسول کو چھپر کرتے تھے۔

وَأَذَارَاتِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَخَذُوا لَكَ آلِهَةً مِثْلَكَ فَقُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكَ اللَّهُ بِمَا تَكْفُرُ (انبياء: ۲۲)

”اور جب یہ کافر ہمیں دیکھتے ہیں تو تم سے استغبرا (ظن) کرتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر (برائی سے) کرتا ہے؟“

ان فرقہ پرست بزدلوں کے سمجھنے کے لیے یہ جنگِ بدر کا معرکہ کافی نہیں ہے۔ جس میں اللہ کے رسول رحمت للعالمین نے اپنے سگے چچا عباس بن عبد المطلب (جو اس وقت تک ابھی ایمان نہیں لائے تھے) اپنے داماد ابوالفضل جعفر (زاد بھائی) اور حضرت دارود کے خلاف دین اسلام کی خاطر تلوار اٹھائی تھی۔ اس کے باوجود جو لوگ یہ تبلیغ کرتے نہیں تھکتے کہ گوگل کو جوڑنا چاہیے تو دنیا نہیں چاہیے تو کیا ان کو البکر صلی اللہ علیہ وسلم کی زکوٰۃ کے خلاف اعلان جنگ یاد نہیں کیا ایسے نامردوں کے لیے جنگِ بدر کے قیدیوں کے حق میں عمر بن خطاب کی وہ رائے یادگار نہیں ہے کہ ہر مسلمان اپنے مشرک قیدی رشتہ دار کو قتل کر دے جس کی تائید رب فدا الجلال نے قرآن میں کر دی ہے۔

در اصل یہ فرقہ پرست، دنیا دار، دین فروش، نماد، اذان اور وعظ پر اجرت لینے والے خود کافر بن گئے ہیں جو خود کافر اور شرک ہو چکے وہ دوسرے کو کافر اور شرک نہیں کہہ سکتا مومن، مسلمان، کفر کرنے والے کو کافر اور شرک کہنے

دل کے مشرک کہتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے اس فرمان پر یقین رکھتا ہے وَمَنْ
كُفِّرْ بِكُمْ يَمَعًا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ)
”جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں۔“
اللہ تعالیٰ نے مومن کی یہ شان بیان کی ہے۔

”کہ جو لوگ اللہ پر اس قدر آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کو اللہ
اور اس کے رسول کے دشمنوں (یعنی کافروں اور مشرکوں) سے دوستی کرتے ہوئے
نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے لوگ ہی کیوں
نہ ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح)
خود کر دیا ہے (المجادلہ: ۲۲)“

دین اسلام گناہ و مصیبت کے سلسلے میں کسی کے دنیاوی مقام و مرتبہ کا
محاذ نہیں کرتا اللہ کی نافرمانی کرنے والے کو مجرم سمجھا جائے گا چاہے وہ دولت کا
بہت بڑا استاذ، محدث یا امام ہی کیوں نہ ہو۔

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ السلام کے پاس جوہی کا ایک مقدر لایا گیا جس
میں جوہی کرنے والی ایک بڑے گھر کی عورت تھی۔ لوگوں نے سفارش کی
اور کہا کہ اس کو نہ مارے۔ یہ دیکھ کر اللہ کے رسول صحت غصے ہوئے اور فرمایا
اَتُمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكَمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقُوْا فِيْهِمْ
السَّرِيْفُ مَرْكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمَا لَضَيْفٌ اَقَامُوْا عَلَيْهِ
الْحَدَّ - وَآيِسُوا لَلّٰهِ كُوْا اِنَّ قَاطِمَةً مِّنْ عَجْنٍ مَّسْرُوْقٌ لَّهٗ طَعْنٌ
جِدَّ حَسَا۔ (۱۱ سلسلہ) تم سے پہلے اللہ نے لوگوں کو اس بات پر ہلک کیا کہ
جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی جوہی (جرم) کرتا تو لوٹ کر کے (اسے چھوڑ
دیتے تھے اور جب کوئی کمزور غریب) جوہی (جرم) کرتا تو اس کو سزا دیتے

نعم ہے اللہ کی اگر سزا کی جیسی ناظرہ بھی جوہی کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی
کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ)

مندرجہ بالا مبارک الفاظ اللہ کے پیچھے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ادا کردہ ہیں (لغو ذی اللہ کسی دنیا دار سیاست دان یا فنکار کے ڈائیلاگ نہیں۔
اللہ کے رسول نے تو یہاں مکس فرمایا ہے کہ ”اگر تم کسی کو گناہ (کفر و شرک
بے شرمی دینے جیانی یا ظلم) کرتے ہوئے دیکھو تو اس کو ہاتھ سے روکو اگر اس کی
طاقت نہیں رکھتے تو زبان سے روکو اور اگر زبان سے بھی نہیں روک سکتے تو
گناہ کرنے والے سے دل میں نفرت کر دو اور کمزور ترین ایمان ہے اسلام

ان مندرجہ بالا قرآنی آیات اور احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے آج کے
ان دنیا پرست علماء و محدثوں کے طرز عمل کا جائزہ لیں آپ اللہ کو گالیوں دیں و لغو باتیں
قرآن و احادیث کا کھلا انکار کریں، مال باپ کی نافرمانی کریں، جوہی کے اڈے

نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ فرماتا ہے ابن آدم شقیق (بخاری) آدم کی
اولاد مجھے گالی دیتی ہے۔ اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتا، ان کے نام نذر دینا
دینا، ان کو اللہ کی کسی بھی صفت میں شریک ٹھہرانا اللہ کو گالی دینا ہے۔ جیسے
یا عیسیٰ مدد، یا مریم مدد، یا رسول مدد، یا علی مدد کے لئے لگانا جس طرح ایک
بیٹا کسی دوسرے شخص کو باپ نہیں سمجھا جیسا کہ باپ کا نام بیوی اپنے
خود کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو شوہر کہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی کیونکہ الہ
کرنا باپ اور شوہر کے لئے گالی ہے اسی طرح ایک نفاذ نہک حلال بندہ اللہ
کے علاوہ کسی اور کو تاتا، تسلیم، مشکل کشا، حاجت روا مانے کا سوچ بھی
نہیں سکتا۔ (داس محل کو جرم عنیم سمجھے گا۔

چلا نہیں، شراب کا کاروبار کریں، چرمیاں کریں، دُکے ڈالیں، قتل و غارتگری کریں۔ ان علماء سوء کے کانوں پر جوں تک نہیں ریگتی بس ان دین فرد شول کو سینے میں ۵۰ روپے دے دیا کریں۔ جزاک اللہ کہ سکر وصول کر لیتے ہیں لیکن ایسے لوگوں سے خوش ہو کر ان کی تعریف کرتے ہیں ان سے میل ملاپ اور دعا سلام رکھتے ہیں۔

ان علماء سوء کا اصل دشمن وہ ہے جو ان کو زہم کھانے سے منع کرے لوگوں کو قرآن و حدیث کی صحیح باتیں بتلائے اور طغوت کی نشاندہی کرے اس سے ان پیشہ دروں کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں اور ان کے بیٹیل میں ملوث آنکھیں شرم ہو جاتے ہیں اللہ کے ایسے بندوں کے خلاف یہ محاذ بہت آکر عوام الناس کو ان کے خلاف اکٹھا شروع کر دیتے ہیں۔

کمزور یہ فرقہ پرست علماء سوء نہ اللہ کے ماننے والے ہوتے ہیں اور نہ ہی اللہ کے رسول کے ماننے والے انسان کا ایمان اپنے اسلاف اور اکابرین کے اقوال اور ان کی کبھی ہوئی کتابوں پر ہوتا ہے جن میں ان کو اپنی خواہشات پوری کرنے اور دنیا جمع کرنے کی کھلی اجازت ہے۔

ایسے ان فرقہ پرست علماء سوء کے خود ساختہ دین اور اللہ کے نازل کردہ دین کا موازنہ کرتے ہیں۔

اللہ کے دین کی تعلیمات	علماء سوء اور ان کے اکابرین کے عقائد و تعلیمات
قُلْ لَا يَنْفَعُكُمْ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبِ إِلَّا اللَّهُ۔	بنی علیہ السلام بھی عالم الغیب میں ملک ہر دلی اند پیر فقیر غیب کے بارے میں

(التخل: ۶۵)

۱۔ يَهْبِطُ اِمَنْ نَّيْشَاءُ اَنَّا
وَيَهْبِطُ لِمَنْ نَّيْشَاءُ اَنَّا
اللہ کے چاہنے والے ہیں بیٹیاں عطا کرتا
بجائے پاتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے
(الشوری: ۴۹)

۲۔ وَ اَنَّا لَمُنْذِرُونَ
مَنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَنْتَظِرُ
لَهُ اِلَّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ طَوْفًا
عَنْ دَعَا يَصْغُرُ عَفْوًا
(الاحقاف: ۵)

۳۔ فَهَوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ
إِلَهُ ذِي الْأَرْضِ إِلَهُ
(الزخرف: ۸۴)

۴۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ
مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ
هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ
وَالْبَاطِنُ (الحمد: ۳)

۵۔ مَا كُنْتُ قَدْرِي مَا الْكَلْبُ
وَلَا الْإِيْمَانُ

علم رکھتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جھوٹیاں بھرتے
ہیں علاوہ ازیں مختلف مزارات پر
ہانے اور تعزینات وغیرہ کرنے سے
بھی اولاد ہوتی ہے۔

دفات شدہ بزرگوں کو بیکار کرنے سے
عقیدے کی خرابی لازم نہیں آتی یا رسول
مدد، یا علی مدد، یا پیر مدد، یا غوث الاعظم
دستگیر یا معین الدین بختی بیکار لگا
دے کشتی وغیرہ پکڑنا جائز ہے۔

زمین پر اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق میں
بھی طاقت، دستگیر، مشکل کشا، حاجت روا
غوث اور غوث الاعظم ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں اس
لیے شہر نہیں بلکہ نور ہیں اور نور انور
محمد رسول اللہ آؤں، بھی میں اندر
بھی ہر جگہ حاضر نظر ہوں اور ہر جگہ
کے سن لیتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی
سجدے میں گر گئے اور انھیں معلوم تھا

(الشوریٰ: ۵۲)

۸۔ قَتَلْنَا أَدَمَ مِنْ دَرَجَةٍ

كَلِمَاتٍ قَتَلْنَا عَلَيْهِ (البقرہ: ۳۷)

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ

تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ

مِنَ الْخَاسِرِينَ (الاعراف: ۲۳)

۹۔ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ اِلَّا اَتَى الرَّحْمٰنَ عَبْدًا

(مريم: ۴۳)

۱۰۔ اِنَّكَ مَبِیَّتٌ وَاِخْتَمَرٌ

مَتَبَوِّلٌ (النمر: ۲۰)

۱۱۔ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهُ

سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط

(البقرہ: ۲۵۵)

۱۲۔ مَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اَلًا

يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا

کہ رسول بنیں گے۔

خطا ہونے کے بعد آدم علیہ السلام

نے اللہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

واسطہ دیا تھا تو ان کی مغفرت ہوئی۔

انبیاء اور اولیاء اللہ کے سامنے

سہ رشی بزرگ کو اس کے فیصلے کو بد

دیا گئے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے

بلکہ اپنی قبر میں دنیاوی بدن کے ساتھ

زندہ ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے اولیاء اور

شہداء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

نبی علیہ السلام قریب پر ہے جانے والے

درد و دو سلام کو سنتے ہیں اور درد سے

پڑھا جانے والا درد و دو سلام انکے پاس

پہنچا دیا جاتا ہے، انکو نیند اور ادھم بھی

نہیں آتی۔

انبیاء کے اجر و کور میں نہیں کھاتی

اور نہ وہ فنا ہوتے ہیں بلکہ وہ قبروں

خُلْدِیْنَہ (الاحقاف: ۸)

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَاِنَّہٗ (الرحمن: ۲۶)

۱۳۔ ثُمَّ اَنْزَلْنٰہُمْ عَلَی الْاَقْیَامَةِ

تَبْعُوْنَہ (المؤمنون: ۱۶)

۱۴۔ وَاِلٰی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ

(فاطر:)۔ وَاِلَیْہِ یُرجَعُ

الْاَمْرُ کُلُّہٗ (ہود: ۱۲۳)

۱۵۔ وَاِذَا سَاَلْتَ عِبَادِیْ

عَنْیَ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ

دَعْوَہُ الْاَدْعِیْ اِذَا دَعَا نِلٰہِ

(البقرہ: ۱۸۶)

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ

الْوَرْدِ حَیْثُہ (ق: ۱۶)

۱۶۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ح

(الشوریٰ: ۱۱)

وَجَعَلِ

(الطہ: ۱۱)

۱۷۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمْ

اَفْقَرُ اِلَیَّ اللّٰہِ (فاطر: ۱۵)

یَسْئَلُہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(رحمن:)

۱۸۔ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ح

میں صحیح و سالم پڑھے رہتے ہیں۔

ہر مرنے والا قیامت سے پہلے

دنیاوی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے۔

امت کے اعمال نبی علیہ السلام پر

پیش ہوتے ہیں۔

اللہ واسطے اور سب کے بغیر نہیں سنتا

اس کے بھی دنیاوی بادشاہوں کی

طرح و ذریعہ نہیں۔

اللہ نور سے بنا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ

وہ وسلم اس کے نور کا شکر ادا ہیں۔

ان نول میں بھی دینے والے گنج بخش

قسموں کے بنائے اور بگاڑنے والے

اور مٹیاں بھر کر دینے والے ہیں۔

صاحب مزار یا قبر مردہ نہیں زندہ

وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ
(النحل: ۲۱)

۱۹۔ مَا لَكُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۖ
(الفتح: ۳) وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ
لِّلَّهِ (الانعام: ۱۹)

۲۰۔ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ
إِلَّا مَسْجِدٌ (النجم: ۳۹)
۲۱۔ قَامًا مِّنْ ثَقُلَتْ

مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي
عَيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَأَمَّا
مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ لَا
قَامَهُ هَاجِرَةٌ (القادر: ۹-۷)

۲۲۔ وَإِنْ تَطَعُوا كَثُرَ مَن
فِي الْأَرْضِ يُصَلُّوكَ عَنْ
سَبِيلِ اللَّهِ (الانعام: ۱۱۶)

۲۳۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ اپنی قبر پر ہر آنے والے کو بھینٹتے
ہیں یہاں تک کہ مزار پر بیٹھنے والے
بروند سے کی جنس سے بھی واقف ہوتے
ہیں۔

قیامت کے دن کچھ "حقارت" پھیل
جائیں گے اور صد کر کے اپنے مریدوں
کو پھیرالیں گے کچھ آہ سرد کھینچ کر
جہنم کی آگ کو بھجادیں گے۔

زندہ لوگ مرنے والوں کے لیے
ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔

پیر، امام اور ہر بزرگ اپنے اپنے
مریدوں اور چاہنے والوں کو خیر
ساب کے اپنے ساتھ جنت میں لے
جائیں گے۔

جمہوریت کا لغو لگاتے اور دعویٰ
کرتے ہیں کہ حق کی اکثریت ہے یہی
حق پر ہیں قطع نظر اس کے کہ یہ نظروں
اور اکثریت قرآن و حدیث کے مخالف
ہو۔

قبروں کو پختہ بنانا ان پر عمارت چھت

نے قبروں کو پختہ بنانے ان پر عمارت یا
چھت بنانے امدان پر مجاہد بنکر
بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (مسلم)

۲۴۔ کو سفی اور ناچ گانا حرام ہے
یہ سب بے حیائی اور شیطانِ اخیل
ہیں۔

۲۵۔ "جس نے تعویذ لکھایا، اس نے
شرک کیا جس نے کوئی چیز لکائی
وہ اسی کے حملے کر دیا جاتا ہے"
(حدیث رسول)

۲۶۔ وَلَا تَشْتَدُوا بِإِيتِي مَنَّا
قَلِيلًا (البقرة: ۱۷۱)
أَقْرَبُ وَالْقُرْآنَ فَلَا تَأْكُلُوا
بِهِ (الحديث)

۲۷۔ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ
الْإِسْلَامُ وَقَدْ (ال عمران: ۱۹)
هَوَّيْنَاكُمْ الْغُلَامِينَ
مِنْ قَبْلِ وَفِي هَذَا (الحج: ۷۸)

یا شرار بنانا۔ ان پر چادریں چڑھانا اور
ان پر نذرانے وصول کرنے کے لیے
مجاہد بنا کر بھجانا یہاں عین دینداروں
کا کام ہے۔

مزاروں پر گوس اور میلے کرنا ان میں
ناچنا، دھمال کرنا، گانا بجانا اور ایال
کرنا جائز ہے موسیقی ان کے رواج کی
غذا ہے۔

قرآنی دیگر قرآنی ہر قسم کے تعویذ جائز
ہیں کیونکہ ان سے مشکلات اور
ہمتیں ہلتی ہیں اور یہ خیر و برکت
کا موجب بنتے ہیں۔

امامت و خطابت کرنے قرآن و حدیث
پڑھانے اذان دینے نکاح پڑھانے
دیگر سب پر اجرت لینا جائز ہے۔

ادھر چار غلام ہیں (حنفی، مالکی)
حنبل اور شافعی) علاوہ ان کے مختلف
مسائل اور فرقے مثلاً دیوبندی،
بریلوی، المجدیث اور شیعہ وغیرہ ہیں
اور ان سب کو برحق سمجھا جاتا ہے۔
ان سے نسبت پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

۲۸۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگی۔

۲۹۔ اِذَا مَا تِ الْاِلٰهَ لَسْتَانُ اِنْفِطَعَ عَمَلُهُ (مسلم)
سوت کے بعد انسان کا عمل ختم ہو جاتا

۲۹۔ وَلَا تَقِيْمُوا الْحَبِيْثَ مِنْهُ تَنْفَقُوْنَ (البقرة: ۲۷۴)
اور ناپاک چیزیں (حرام مال) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ بھی نہ کرو۔

زکوٰۃ، صدقات اور خیرات وغیرہ صرف حلال مال سے ادا کرنا چاہیے۔

۳۰۔ مردار، بہتا ہوا خون، خسرہ، کاکوشت اور غیر اللہ سے منسوب سرچیز کا کھانا پینا اور استعمال حرام مطلق ہے۔ (الفتاویٰ)

۳۱۔ جنات لڑنے میں صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا فرمایا ہے شیطان

ان کے ہاں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا ضروری بلکہ عین عبادت سمجھی جاتی ہے۔

یہ ایصالِ ثواب پر یقین رکھتے ہیں یعنی مرنے والے کو تیج، چالیسویں اور پچیسویں کا ثواب پہنچتا ہے اور ان کے عمل یا ثواب میں جمع ہوتا ہے۔ یہاں ہر قسم کے مال سے زکوٰۃ و خیرات ہر جاتی ہے اور ہر قسم کے مال کو۔۔۔ "بِذَاكَ اللَّهُ" کہہ کر وصول کر لیا جاتا ہے۔

یہاں پہلی تین چیزوں کو حرام سمجھا جاتا ہے لیکن چوتھی چیز کو یعنی غیر اللہ کی نذر و نیاز کو نہ صرف جائز بلکہ تبرک سمجھا جاتا ہے اور شیر مادر کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔

اور جنات انسان پر سوار ہو سکتے ہیں اور یہ علماء و سوادہ پیر جنات

جن صرف دلوں میں دوسرے ڈال سکتے ہیں صحابہ کرامؓ پر نہ کبھی جنات سوار ہوئے اور نہ انھوں نے جن اتارنے کے دعوے کیے وہ حیا دار اور غیر متند تھے۔

۳۲۔ یزید بن معاویہؓ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والے مسلمان لشکر کے کماندار اور حدیث رسولؐ کا مصداق بننے کی وجہ سے سختے سختے (جنتی) ہیں (بخاری)

۳۳۔ اللہ اور اس کے رسولؐ نے مسلمانوں کے لیے دو عیدیں مقرر کی ہیں یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ،

نبی علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں اپنا یا کسی وفات پر شہ نہ نبی کا یوم پیدائش یا وفات نہیں منایا اور نہ صحابہ کرامؓ سے کوئی ایسی بات ثابت ہے یہ اسلام کے برعکس ہندوؤں، یہودوں نصاریٰ اور دوسرے غیر مذاہب کا طریقہ ہے۔

آمارنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اس بہانے یہ مولوی اور پیر عامل سب کے سادہ لوح لوگوں کی جڑان بہو بیویوں اور عورتوں کی عزت سے کھیلے ہیں اور اللہ پر ان کے ایمان کو متزلزل کرتے ہیں۔

یہاں فرقہ پرست علماء و سوادہ پیرین معاویہؓ کو لعنتی اور دوزخی سمجھتے ہیں (معاذ اللہ)

۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبیؐ کے نام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے اور اس دن خوشی کے اظہار کے لیے جشن کا اہتمام ہوتا ہے حالانکہ دن بالتحقیق نبی علیہ السلام کا یوم وفات ہے اور پہلے کی طرف آج بھی بارہ وفات کے نام سے مشہور ہے۔

۲۲۔ مسلمانوں کے لیے مقدس مقامات
تین، یعنی مسجد الحرام، مسجد نبوی اور
بیت المقدس ہیں اور ان مقامات
کی زیارت کے لیے سفر کرنے کی
اجازت ہے (حدیث نبوی)

کرنا، بنف، عبدالقادر جیلانی اور
معین الدین چشتی وغیرہ کے فرامات
(حق) کا وجود ہی نبی علیہ السلام کی واضح
تعلیمات و احکام کی خلاف ورزی
ہے) بھی مقاماتِ مقدسہ تصور کئے
جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا موازنے کی صورت میں، قرآن و حدیث کے برخلاف، ان
فقرہ پرست اور سنی علماء و سوسے کے عقائد و نظریات کے کچھ نمونے بطور مثال
پیش کیے گئے ہیں درہنہ ان ظالموں کا ایک ایک عمل قرآن و سنت کے خلاف...
اکمیرش سے آلودہ ہے غالباً اسی طرز کے لوگوں کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا تھا کہ ایسے ہی لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان
کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (بخاری)

یہ دین کے بیوپاری، دنیا دار، صحیح معنوں میں نہ اللہ کو مانستے ہیں نہ اللہ
کے رسول کو۔ اگر ان میں کا ایک فقرہ یہ اعلان کرتا ہے کہ

ہم ہی جو مستوی عرشِ ہفت خدا ہو کر
آ کر بڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

تو دوسرا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ قبر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے جڑی
(زمین) مس ہوتی ہے وہ عرش و کرسی سے زیادہ افضل ہے (عقائد علما دیوبند)
اور غیر فقرہ (اللہ علیہ وسلم) بھی اس دوسرے ان سے نیچے رہتے والے نہیں
ان کا ایمان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور انسان ہونے کے باوجود
اُمت کے کو دروں درو دو سلام سنتے اور وصول کرتے ہیں

اور... اس طرح وفات کے بعد بھی اپنی قبر میں چوبیس گھنٹے صرف
کار رہتے ہیں جب کہ قرآن و حدیث کا فیصلہ اور سب سے مسلمانوں کا ایمان ہے
کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد نبوی بدل کے ساتھ بنف الفردوس لے
اعلیٰ مقام پر ہیں۔ جہاں وہ ہر قسم کی محنت و مشقت اور حزن و ملال سے
آزاد اس کو سکون میں ہیں۔

الغرض ان کفر و شرک پر مبنی عقائد و نظریات کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ

یہ سارے فرقے دفن شدہ مردے کو بے باں (مراہوا) نہیں سمجھتے ان کا ایمان

ہے کہ دفن شدہ میت قبر میں زندہ رہتی ہے گویا ان ظالموں کا یہ عقیدہ ہے

کہ ہر انسان کو تین زندگیاں ملتی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسکی وضاحت

فرمادی اَمْوَاتٌ عَلٰی اَحْيَاۤءٍ کہ یہ (دفن شدہ) مردہ ہیں ان میں جان

رہتی تک نہیں ہے اب وفات شدہ یہ لوگ قیامت کے دن زندہ کئے جائیں

گے۔ ثُمَّ اَخْبَدُ يَوْمًا الْقِيَمَةِ تَبْعَثُوْهُ نَبِیْ عَلَیہِ السَّلَام نے

قرآن کی اس بات کی مزید وضاحت فرمائی کہ ہر انسان کو مرتے کے بعد مٹی پر

جانا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکو دوبارہ ایک معمولی مٹی پر

سے زندہ فرمائے گا (بخاری) مسلمانوں کو تعلیم فرمائی کہ اپنی قبروں کو زمین

پر برابر رکھنا ہے۔ اے مسلمان! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو زمین کے

ب برابر اور کچھ رکھنے کا حکم اسی لیے دیا ہے کہ اس زمین کے کوسے میں کھدائی

ہو جائے اگر ان زمین کو رسول (قبروں) میں زندگیاں ملیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

مناکب فرماتے کہ اپنی قبروں کو نیچے رکھو اور ان کی جتنی طرح حفاظت اور کھجالی

کیا کرو کہ کوئی کو قیامت سے پہلے یہ تمہاری جنتیں اور دامن گاہیں ہیں، ان

کو زمین میں دھنسنے اور بارش اور سیلاب کے پانی سے محفوظ رکھنا چاہئے۔

مذکورہ بالا حدیث رسول کی روشنی میں یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ ارضی قبر انسان کے رہنے کا ٹھکانہ نہیں بلکہ فنا ہونے کی جگہ ہے جس طرح کچھ عرصہ بعد بارشول اور دیگر ارضی تغیرات کی وجہ سے کچی قبروں کا نام نشان مٹ جاتا ہے، اسی طرح ان قبروں میں مدفون لاشیں بھی گل و سرسبز قیامت تک کے لیے ختم ہو جاتی ہیں۔ نبی علیہ السلام کے زمانے میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) انبیاء اور صلحاء کو قبروں میں زندہ مان کر ان کی قبروں پر پھوسے اور گورخ کرتے تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود نصاریٰ پر لعنت بھیجی جو انبیاء کو ام اور صلحاء کی قبروں کو مسجد گاہ بناتے تھے اور مسلمانوں کو خردار کیا کہ تم ہرگز یہ کام نہ کرنا لیکن آج نبی علیہ السلام کی واضح قیامت کو فراموش کر کے یہ سلسلہ جاری دہری ہے اس طرح ایسے تمام فرقے و مسالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مصداق اور بدعت بنے ہوئے ہیں ظاہر ہے قرآن و حدیث کی ان باتوں کو تو یہی لوگ مانیں گے اور ان پر عمل پیرا ہوں گے جن کا اللہ اور اس کے رسول اور الیم ہجرت پر ایمان ہوگا۔ جن کے دل میں اللہ کے دُعا کا لحاظ اور اس کا خوف ہوگا اور جن کا اس بات پر یقین ہوگا کہ مرنے کے بعد قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں ایک ایک عمل کا حساب دینا پڑے گا۔

رہے یہ دنیا دار اور فرقہ پرست جو اللہ کے دُعا کے مقابلے میں اپنے اسوافت اور انامول کے دُعا کو ترجیح دینے والے ہیں، ان کے دل اللہ کے خوف سے خالی ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ نے قرآن میں اعلان کیا ہے۔
 اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ اَسْتَدْرَوْا النَّصْلَ لَمْ یَاْنِھُمْ اِلٰی الْعَذَابِ
 جَا لَمَغْفِرَۃٍ ۚ فَمَا اَصْبَرُھُمْ عَلٰی الْاَلَمِ ۚ (البقرہ: ۱۷۵)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی اختیار کر لی جس سے وہ خردار ہوئے۔ یہ جہنم کی آگ پر کیسے صبر کر سکتے ہیں۔ یہ ہے ان کے تھکانے کا انجام۔ گذشتہ آیتوں کو بگاڑنے اور برباد کرنے والے ان کے اجبار و دھبہ تھے اور اس آخری آیت کو بگاڑنے اور فرقوں میں تقسیم کرنے والے بھی یہی اجبار و دھبہ (مولوی احمد پیر) ہیں۔ اس آیت میں قبر پرستی کے شرک کو سب سے پہلے احمد بن حنبل کے اس عقیدے کے ذریعے کہ مُردہ دفن ہونے کے بعد اسی ارضی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے، فردِ غافل ہوا مُردہ کا قیامت سے پہلے اسی دُعا کی قبر میں زندہ ہونے کا عقیدہ قرآن کے خلاف اور شرک کی جڑ ہے کیونکہ شرک جبرائیل سے اس سینے مانگتا ہے کہ اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ زندہ ہے مرنے سے پہلے کوئی نہیں مانگتا۔ احمد بن حنبل کی اسی خلاف قرآن بات کو مسلمانوں کی اکثریت نے صحیح مان کر اپنا ایمان برباد کر ڈالا اور اس طرح وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے ہیں۔

دراصل اسلام کو مٹانے اور کمزور کرنے کی سازشیں یہودیوں اور اسلام دشمن قوتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں شروع کر دی تھیں۔ پہلے قرآن و شہدائے اسلام نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف غلط اور جھوٹی افواہیں پھیلانی شروع کیں تاکہ مسلمانوں کو شک میں پڑ کر ان سے الگ ہو جائیں اور نئے لوگ بھی اسلام میں داخل نہ ہوں لیکن انہیں یہ کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ان اسلام دشمن قوتوں کی سازشوں سے اپنے رسول کو وحی کے ذریعے خبردار کرتے تھے پھر انہوں نے جنگوں کے ذریعے اسلام کو ختم کرنے کے منصوبہ بنائے لیکن اس میدان میں بھی ان کو

کی کھانی پڑی اور بی طرح ناکام ہوئے چنانچہ ہر طرف سے ناکام اور ذلیل
 ہونے کے بعد یہ دشمنان دین اپنے منصوبوں کو علی جاہر پھیلانے کے لیے بنی
 علیہ السلام کی وفات کا انتظار کرنے لگے اور جو تہی بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 وفات ہوئی ان سازشیوں نے علم بغاوت بلند کرتے ہوئے زکوٰۃ دینے
 سے انکار کر دیا ان کے دہم دگان میں بھی نہ تھا کہ نرم مزاج اور رحمدل
 ابو بکرؓ ان کے خلاف تلوار اٹھا کر اعلان جہاد کریں گے چنانچہ ان سازشیوں
 کی اکثریت نے جب ابو بکر صدیقؓ کا یہ اعلان سنا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے
 کی گردن اڑادی جائے گی تو یہ بزدل سازشی اپنے سینوں میں اسلام دشمنی کے
 انکار سے ایسے غار ش ہو گئے ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد عمر فاروقؓ امیر
 بنے عمرؓ کے نام سے ہی یہ شیطانی لشکر ڈوستے تھے اسی وجہ سے ان کے پوسے
 دیر خلافت میں یہ خاموش رہے یہاں تک عمرؓ کی شہادت کے بعد عثمان غنیؓ
 مسلمانوں کے امیر بنے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم مزاجی، سخاوت اور دیادلی سے ان سازشیوں
 نے ناجائز فائدے اٹھائے اور آہستہ آہستہ حکمرانی اور چالاکي سے اپنے
 دیرینہ منصوبوں کو علی جاہر پھیلانے لگے پہلے انھوں نے مسلمانوں کے اندر خوب
 شکوک و شبہات بیدار کئے اس کے بعد امیر المؤمنین عثمان غنیؓ کے خلاف علیؓ کے خلاف

نے سازشی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور ظاہری طور پر عبادت گزار
 ہوتے تھے اسی وجہ سے یکسر اور جھوٹ و دکر قریب سے پاک مسلمان انکی باتوں اور قولوں
 پر یقین کر لیتے یہ سازشی اس قدر کامیاب ہو گئے تھے کہ انھوں نے عثمانؓ کے نام کی اصل ہر
 بناء ڈالی تھیں ان کا سر غزوہ بدرؓ میں سیاحینی یہودی تھا جو ظاہری حق پر ایمان کا اقرار
 کر کے مسلمانوں میں شامل ہو گیا تھا لیکن اس کا مقصد اسلام کو برباد کرنا تھا۔

بغاوت کر دی اور آخر کار مسلمانوں کے امیر عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ اس
 شہادت سے مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف صف اٹا کر دیا
 یہاں تک کہ علیؓ اور عائشہؓ بھی ان کے پھیلانے ہوئے تھے کاشکار ہو کر
 ایک دوسرے کے خلاف میدان میں اتر پڑے۔ اس طرح یہ اسلام دشمن، بیانی
 سازشی اپنے منصوبے میں کامیاب نظر آنے لگے اور رسول پہلے اسلام کو ٹکنے
 کا جو منصوبہ انھوں نے بنایا تھا وہ بظاہر کامیاب ہوتا ہوا نظر آنے لگا لیکن
 ان کا فرد شرک سازشیوں نے شاید اللہ تعالیٰ کے یہ فرمودات نہیں پڑھے
 تھے جن میں مسلمانوں سے فرمایا گیا تھا کہ اگر تم شرک سے بچ کر ایمان پر کار بند
 رہو تو کامیابی اور سرفرازی تمہارا حق ہوگا۔ **وَأَن تَشْكُرُوا لَا غُلُوفٌ لَّكُمْ**
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (ال عمران)

كَلِمَاتٍ أَفْتَدُ بِهَا نَارَ اللَّهِ حَرْبَ أَطْفَالِهَا اللَّهُ
 (المائدہ: ۶۴)

”یہ (دشمن اسلام) جب کبھی طرانی کیلئے آگ جلاتے ہیں تو اللہ اسکو
 بجھا دیتا ہے۔“
وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
سَبِيلًا (النساء: ۱۴۱)

”اور اللہ ہرگز کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔“
وَكَاَنَ عَلَيْنَا حَقًّا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ
 (احزاب: ۲۷)

”اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم ہے۔“
إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا (الحج: ۳۸)

اللہ تو رسول کے دشمنوں کو ان سے ہٹا رہا ہے گا۔
 یہ ضرور ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کے اندر اختلافات پیدا ہو گئے
 تھے لیکن اختلافات، عقائد اور ایمان کے نہیں تھے۔ ایمان و عقائد میں سارے
 مسلمان حیدر واحد کی طرح متحد اور مضبوط تھے (یہ اختلافات بھی سبائی
 سازشوں کے پیدا کردہ تھے جن کے تحت مسلمانوں میں باہم غلط فہمیاں
 پیدا کر دی گئی تھیں)۔

عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل (شہید) اور مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے
 کے خلاف صف آرا کر لینے کے بعد سبائی لوگ بڑے خوش تھے لیکن ان کو یہ
 اندازہ نہیں تھا کہ بظاہر ایسے حالات میں بھی ایمان کے ساتھ مشروط وعدے
 کے تحت رب ذوالجلال ایک مسلمان کا نذر کے ذریعہ اسلام کو سرفراز رکھنے
 کے لئے مسلمانوں کو پھر سے ایک محاذ پر جمع ہونے کا موقع پیدا فرما دے
 گا یہ مسلمان کا نذر معاویہ نہ تھے انھوں نے اللہ کی مدد سے مسلمانوں کو ایک
 محاذ پر جمع کر کے اسلام کا جھنڈا یورپ اور افریقہ کے اندر تک گاڑ دیا۔ یہ
 دلیہ، جانناز اور نیرک سپر سالار بیس برس تک مسلمانوں کے امیر رہے۔ اس
 لحاظ سے ان کے دور کو کامیاب ترین دور کہا جاسکتا ہے کہ پوری دنیا میں اسلام
 اور مسلمانوں کا عجب و دبدبہ چھا گیا تھا۔ دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں تھی کہ
 مسلمانوں سے ٹکر لے سکے مگر اسلام دشمن سازشیوں کو یہ کب گوارا تھا کہ اسلام
 کا جھنڈا پوری دنیا پر لہراتا رہے اور مسلمانوں کا بول بالا ہو معاویہؓ کے بیس سالہ
 دور حکومت میں بظاہر تو یہ سازشی خاموش ہو گئے لیکن موقع کی تلاش میں رہے
 کیونکہ اللہ کے اس مجاہد بندہ معاویہؓ کی موجودگی میں یہ اپنی کسی سازش پر جان
 نہیں چڑھا سکتے تھے۔

چنانچہ معاویہؓ کی وفات کے بعد سبائی کو نہ دوبارہ حرکت میں آیا اور
 اس بار یہ نبی علیہ السلام کے نواسے حسینؓ کو مسلمانوں کے امیر بننے میں معاویہؓ
 کے مقابلے پر لانے میں کامیاب ہو گئے۔ گو بعد میں حسین بن علیؓ
 کو ان فسادوں کے منصوبے کا علم ہو گیا تھا اور انھوں نے یزید بن معاویہؓ کے
 سپاہیوں کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے یا تو مکہ واپس جانے دیجئے یا امیر
 یزید بن معاویہؓ سے ملاقات کر کے اپنے معاملات طے کرنے کا موقع دیجئے
 لیکن چونکہ اس طرح ان کو اپنے خفیہ منصوبوں اور سازشی کردار کے طشت
 انہام ہو جانے کا اندیشہ تھا اس لئے انھوں نے محاذ آرائی کی کیفیت
 کو برقرار رکھے ہوئے ایک منصوبے کے تحت حسینؓ اور ان کے خاندان کے
 افراد کو شہید کر دیا۔ اسے اور پھر ان کے قتل کا الزام یزید بن معاویہؓ کے سر
 تھوپ دیا۔

اس طرح انھوں نے ایک بار پھر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور اسلام کو ختم
 کرنے کی علی سازش کی جس میں کسی حد تک کامیاب رہے اس واقعہ کے

لئے عام کھلم کھلا اپنے آپ کو شیطان علی کی طرف سے جو بعد میں صرف
 شیعہ کے نام سے مشہور ہو گئے یہ تمام حالات و واقعات تاریخی کتابوں میں
 موجود ہیں۔

اس واقعہ کے بعد حسینؓ کے خاندان کے باقی زندہ افراد یزید بن معاویہؓ کے
 پاس دمشق آگئے اور ان کے ہاں کچھ عرصہ قیام پذیر رہے۔ معاویہؓ کے اہل بیت
 (خاندان حسینؓ کے افراد) یزید بن معاویہؓ کو قاتل سمجھتے تو کبھی بھی ان کے ہاں
 نہ ٹھہرتے نہ ظاہر رہے نہ یزید بن معاویہؓ کو اپنے عز و دل کا نائل نہیں سمجھتے تھے۔

بعد انھوں نے اعلیٰ طور پر مسلمانوں کے اندر اپنا فرقہ بنالیا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بددیگندہ کرنے کے لیے باقاعدہ اپنی مساجد اور درسگاہیں قائم کر دیں مگر اس کے باوجود حکمرانی اور طاقت صحیح العقیدہ مسلمانوں کے پاس ہی رہی اور اسلام کا جھنڈا دوسرے زمین کے بہت بڑے حصے پر لہاؤا بارہ عمر بن عبدالغفور جیسے فردندان اسلام پیدا ہوتے رہے۔

یہ سازشی حیران و پریشان تھے کہ ان ظاہری کامیابیوں کے باوجود وہ مسلمانوں کو کمزور اور محکوم بناتے اور اسلام کو مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ الخرم ان خطرناک سازشوں کے ذریعے انھوں نے اسلام کے ناروق اعظم کو شہید کر دیا۔ امیر المومنین عثمان غنیؓ کو بیدری سے شہید کر دیا۔ امیر المومنین علیؓ اور ام المومنین عائشہؓ کو آپس میں لڑا دیا اور آخری حربے کے طور پر نبی علیہ السلام کے نواسے حسین بن علیؓ، ان کے اہل و عیال اور چھوٹے بچوں تک کو کسی بہانے سے میدان میں آمارا لیکن ان تمام سازشوں کے باوجود مسلمان پھر آپس میں متحد ہو جاتے تھے بار بار سازشیں کر کے اسلام دشمن اور ان کی اولادیں کافی تجربہ کار ہو گئے تھے اسلام کے پھیل جانے کی وجہ سے باہر کی دنیا کے بڑے بڑے اجبار و رہبان بھی ان سازشوں کے ساتھ مسلمانوں کو کمزور کرنے اور اسلامی فتوحات کو روکنے کے لیے شامل ہو گئے تھے۔

آخر کار بڑے سورج و بجار کے بعد ان اسلام دشمن شیطانی دماغوں نے ایک خطرناک منصوبہ تیار کیا کیوں کہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ جب تک مسلمان ایک اللہ کو پکارتے اور اس کے سامنے جھکے دلتے ہوں گے قرآن کے احکامات کو ماننے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے

والے ہوں گے تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو شکست نہیں دے سکتی۔ چنانچہ انھوں نے اسلام کی بنیاد یعنی مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ پر چوڑے دائرے میں منصوبہ بنایا اس خطرناک منصوبے کو آخری شکل دیتے دلتے ہی اس کتاب اجبار و رہبان تھے جنھوں نے جانتے بوجھتے محض دنیا کمانے کے لیے تورات و انجیل میں تحریف کی تھی راہبیا علیہم السلام کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کر کے اپنے لوگوں کے عقائد اور ایمان کو بگاڑ دیا تھا۔ اسی وجہ سے کائنات کے مہربان رب نے اپنی آخری کتاب میں مسلمانوں کو ان کے گمراہ فریب اور دنیا پرستانہ ذہن سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كُنتُمْ تَحِبُّونَ الْآخِرَاتِ وَالْأُولَىٰ
لَيْسَ لَكُم مِّنْ أَمْوَالِكُم مِّنْ جَائِلٍ بِطَرَفٍ وَلَا يَصُدُّكُمْ عَنْ
سَبِيلِ اللَّهِ ط (التوبہ ۳۴) کہ اسے ایمان والو! (آگاہ رہو کہ)
بلشبداں اجبار و رہبان (مولیوں اور پیروں) کی اکثریت کا یہ حال ہے
کہ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ سے
(بھی) روکتے ہیں۔

انہی اجبار و رہبان نے باطل دلائل کے ذریعے عیسیٰ اور عزیٰ علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، انبیاء اور صلحا و کوان کی قبروں میں زندہ ثابت کر کے ان کو پکارتے اور ان کے نام کی نذر دنیا دہی کے من گھڑت نصف امل بیان کئے اور اس طرح دانستہ لوگوں کے عقائد کو خراب کیا۔ ایمان و عقائد میں بگاڑ پیدا ہونے کے بعد یہ عزت دار بنی اسرائیلی قوم اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئی اور اس پر اللہ کا غضب بھڑکا۔ مشرک بن جانے کی وجہ سے اللہ نے ان پر فرعون بخت نصر و بادشاہ طسطوس جیسے ظالموں کو مستط

کر دیا جھٹولنے ان کا مال و دولت لوٹ کر ان کی آبادیوں کو صہار کیا، ان کی عورتوں کو لونڈیاں اور مردوں کو غلام بنایا یہاں تک کہ ان کی اولاد کو ذبح کر ڈالا لیکن انبیاء کی اولاد ہونے کے باوجود کہیں سے ان کی مدد نہیں ہوئی۔ اس طرح ان اہل کتاب علماء (اجبار و ہیان) نے اپنی دنیا کاٹنے اور اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لیے عقائد و اعمال میں فساد برپا کیا اور آسمانی کتابوں میں تحریف کر کے انبیاء کی تعلیمات کو نسخ کر ڈالا۔ چنانچہ یہاں بھی اسی چالاک ذہن نے مسلمانوں کے ایمان و عمل کو بگاڑنے کے لیے اسلام دشمن سازشیوں کو اسلامی تعلیمات میں تحریف کرنے اور بتی علیہ السلام سے غلط باتیں منسوب کر کے لوگوں کے سامنے خوش الحانی کے ساتھ بیان کرنے کا راستہ بتلایا۔ اس منصوبہ پر ان سازشیوں (شیعوں) نے بڑی احتیاط، ہوشیاری اور منظم طریقے سے عمل شروع کیا۔ لکھنے لکھانے کا اکثر کام آہستہ آہستہ اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیا۔

لے آج جس طرح غیر اسلامی دنیا بالخصوص مغربی ممالک میں یہودی، ان ممالک کے ذرائع ابلاغ، صحافی وسائل اور سرمایہ کاری کے اداروں پر اپنے مؤثر کنٹرول کی وجہ سے ان کی اندرونی و بیرونی پالیسیوں پر اثر انداز ہو کر ان کو اپنے مذہب و مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کر رہا ہے اسی طرح اسلامی دنیا کے اندر شیعا اپنے اس دیرینہ پیروم و مرشد کی سنت و تعلیمات کی پیروی میں سرگرم عمل ہے یہ یہودی کی طرح تعداد میں کم ہونے کے باوجود اسلامی دنیا میں ذرائع ابلاغ اور سرمایہ کاری کے اداروں کے اپنے اثر و نفوذ کی وجہ سے مختلف سماجی اور فلاحی اداروں، نون لطیفہ، شعر و شاعری اور

اس سلسلے میں وہ قرآن و صحیح احادیث کے مقابلے میں جھوٹی روایات گھڑنے کے بعد نبی علیہ السلام سے منسوب کرنے لگے یہاں تک کہ ان ظالموں نے تو قرآن کو بھی بدل ڈالنے کی کوشش کی، جس میں یہ ناکام رہے کیونکہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اور پی پی ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ، لیکن اس مذہب و کوشش میں ناکامی کے باوجود بھی قرآن کو مشکوک بنانے کے لیے یہ پردہ بگینڈا جاری ہے کہ یہ وہ قرآن نہیں جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا بلکہ یہ ابو بکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کا لکھا ہوا اور ترتیب دیا ہوا قرآن ہے (سناؤ اللہ) بہر حال ان اسلام دشمنوں کا زیادہ ندر اس بات پر تھا کہ کسی طریقے سے ان کو حید پرست مسلمانوں کو تبرید سستی کی طرف مائل کر کے مشرک بنا دیا جائے کیونکہ ان سے پہلے اہل کتاب آسمانوں کی اکریت اسی تبرید سستی کی وجہ سے مشرک بن گئی تھی چنانچہ نبی علیہ السلام اپنی زندگی کی آخری سالوں تک مسلمانوں کو خبردار کرتے رہے کہ دکھیت، یہود و نصاریٰ کی طرح انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو نہ پوجنا شروع کر دینا، اس مشرکہ فعل سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا ورنہ اللہ کی رحمت سے دور ہو کر اس کے غضب اور لعنت کے مستحق ہو جاؤ گے۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۱۵

نام نہاد ادب کے ذریعہ اپنے باطل عقائد و نظریات پھیلانے میں کوشاں رہتے ہیں اور یہودی کی طرح اسلام دشمنی کے لیے ان سارے ذرائع و وسائل کو استعمال کرتے ہیں۔ یہود و شیعوں ان مقاصد کے لیے ہمیشہ ایک دوسرے کے مدد و معاون ہوتے ہیں۔

یہ اسلام دشمن، سازشی عناصر مسلمانوں کے اندر بدعتیہ کی اور قبر پرستی پھیلانے کے لیے کئی مروج کی تلاش میں تھے اور مروج ان کو اس وقت باہر آیا جب مسلمانوں کے اندر خلق قرآن لے کا غیر ضروری اور مستحق مسئلہ کھڑا کر کے یہ فلسفیانہ بحث چھیڑ دی گئی کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق مسلمانوں کے خلاف سازش اور بدعتی پر مبنی اس فلسفیانہ موٹسکانی اور اس پر شروع ہونے والی منطقی اور کلامی بحث سے متاثر ہونے والوں میں ایک طرف احمد بن حنبل بھی تھے جو اس بحث میں خلق قرآن کی مخالفت میں سب سے

لے خلق قرآن کا مسئلہ ایک غیر ضروری اور فرضی مسئلہ تھا، جس کو سازش کے تحت دین اسلام کا بنیادی مسئلہ بنا دیا گیا اور پھر قرآن کو مخلوق سمجھنے یا اس غیر ضروری بات پر خاموشی اختیار کرنے والوں پر کفر کے فتوے لگنے شروع ہوئے حالانکہ عام فہم کی بات ہے کہ دنیا میں جو قرآن موجود ہے وہ کاغذ یا چمڑے پر لکھا گیا ہے اور چونکہ کاغذ، چمڑا اور سیاہی مخلوق ہیں ایسے دنیا میں ان چیزوں پر لکھا ہوا ہے اور ان سے بنا ہوا قرآن بھی مخلوق ہوگا جو آگ میں جل کر یا پانی میں گھل کر فنا ہو جاتا ہے۔ ہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا قرآن اللہ کے پاس محفوظ ہے اسے نہ فنا ہے اور نہ فنا ہوتا ہے۔ جس طرح انسان مخلوق ہے مرنے کے بعد اس کا جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن اس کی روح بزرخ میں محفوظ ہوتی ہے فنا نہیں ہوتی۔ اور روح من امر ربی اللہ خالق کل شیء ایک دن اسی زمین کی ہر چیز کو فنا ہو جاتا ہے سوائے اس رب فرد الجلال کے (الرحمن) اللہ خالق ہے اور ہر چیز مخلوق قرآن کی قسم کھانا اسی لیے حرام ہے کہ قسم صرف اللہ (خالق) کی کھائی جاسکتی ہے، مخلوق کی نہیں۔

آگے تھے اس بحث کو اٹھانے والے چلاک ذہنوں نے اس مسئلے کو بہت اچھالا اور ساتھ ہی ساتھ احمد بن حنبل کی خوب بے بسی کر کے ان کو اس زلزلے کا سر بنادیا لے اور پھر احمد بن حنبل کی شہرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی سرپرستی میں اپنے باطل نظریات اور گھڑی ہوئی حدیثیں (کہ انبیاء، اولیاء اور شہداء اپنی ارضی قبروں میں زندہ ہیں) ابھیلاتی شروع کر دیں احوال جات لکھے صفحات پر ملاحظہ کیجئے) اس طرح اس آخری اُمت میں شرک کا ایمان اور عقیدے کے طور پر، باقاعدہ افتتاح احمد بن حنبل سے کرایا گیا اور جب سے شرک مسلمانوں میں اس انداز سے داخل ہوا، ان کے زوال و انحطاط اور تباہی و بربادی کا آغاز ہو گیا چنانچہ یہ عقیدہ انہما سے بعد (کہ انبیاء، اولیاء اور شہداء اور سارے مرسے ان دنیوی قبروں میں زندہ ہیں) پھر اس امت کے مجاہد اور سر فر دیش میدان جنگ کے بجائے قبرستانوں میں پناہ ڈھونڈنے لگے۔ خندقوں اور جنگی مورچوں کے بجائے آستانوں اور خانقاہوں میں سکون حاصل کرنے لگے قرآن کو زندہ انسانوں کے سامنے پڑھنے اور اس کی دعوت پیش کرنے کے بجائے قبرستانوں میں مردوں اور ان کی قبروں پر پڑھنے کا رواج عام ہو گیا۔

اس طرح اسلام کا مجاہد، مجاہدین گیارہ اس کے روح کی غذا اللہ کے ذکر کی

لے تاریخ گواہ ہے کہ اللہ کے مکیہ نمبر یا نیک بندے کو ان لوگوں کی اکثریت نے ہیر و نہیں بنایا سوائے احمد بن حنبل کے۔ اس پر آج تک سارے فرقے متفق ہیں، کیونکہ ہر دور میں ایک منظم گروہ نے اس کا دفاع کیا ہے۔

بجائے (تواری اور نعمت کی شکل میں) موسیٰ بن گئی اللہ کی راہ میں لگے ہوئے زخموں کو شیرازہ دار چلانے والے، علم سے فائدے کے پربٹ چلانے لگے۔ اللہ کی راہ میں تلوار چلانے والے بچھے اور ڈھول بجانے لگے۔ اللہ کے سامنے ہی سر جھکانے والے قبول اور استغفار، ملنگوں اور پیروں، جھنڈوں، دکنوں اور تعزیموں کے سامنے جھکنے لگے۔ اللہ کے راستے میں پربٹ پر بھرتا باندھنے والے، اپنے پیڑوں کو غیر اللہ کے نام کی نیاز سے بھرنے لگے، زندہ جاوید الحی القیوم رب کو پکارنے کی بجائے فوت شدہ بندوں کو پکارا جانے لگا پھر ہزاروں سپاہی، جنرل اور کرنل جنگی قیدی بنے، عزتیں اور غصتیں پالیں ہوئیں ان کے نو بہاول کو گو گول کا نشانہ بنایا گیا، تلواروں پر اچھا لگیا اور ایمان سے تہی دامن ہو جانے کے بعد یہ اپنی آنکھوں سے اس بربادی کا تماشہ دیکھتے رہے اصلاح احوال کے بغیر محض دعاؤں سے کام چلانے کی کوشش ہوتی رہی لیکن ان ساری آنتوں، ذلت و رسوائی کے باوجود قرآن نازل کرنے والے مہربان رب کو ان کلر پڑھنے والوں پر ذرا بھی تریس نہیں آیا کیونکہ غدار اور مشرک بن جانے والوں کو وہ اسی طرح سزا دیا کرتا تھا مشرک قبر پرست اور مجاور بن جانے کے بعد اس مواحدہ سر فروش، مجاہد حکمران اور باوقار امت سے دنیا کی ایک ایک قوم نے اپنی شکستوں کا بدلہ لیا ہے۔

قبر پرستی کے مشرک عقیدہ پر جم جانے کے بعد آج تک یہ امت پوری دنیا میں کمزور اور غیر محفوظ ہے، جو کام ہزاروں لاکھوں یہود و نصاریٰ اور ان کی

لے۔ اندلس، طرابلس، بغداد، فلسطین، کشمیر اور دھاکہ کے علاقے اور واقعات اس کی کھلی گواہی پیش کر رہے ہیں۔

سر پرستی میں کام کرنے والے سازشی عناصر، دن رات ایک کر کے صدیوں تک نہ کر سکے تھے (یعنی مسلمانوں کے درمیان مخلص ایمان کی وجہ سے رشتہ اشتداد جو ان کی طاقت کا ضامن تھا، اسکو کمزور کر سکے تھے) وہ کام تنہا احمد بن حنبل نے مسلمانوں میں ایمان اور اسلام کے روپ میں بد عقیدگی کی بنیاد رکھ کر سر انجام دیا غالباً یہی وجہ تھی کہ احمد بن حنبل کی وفات پر سب سے زیادہ رنج و غم یہود و نصاریٰ، مجوسیوں اور ان کے بے پالک سازشی عناصر (شیعوں) کو بھتا۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ بغداد کی جلد نمبر ۴ کے صفحہ نمبر ۴۲ پر قتل از حسین۔

”قَالَ اسْلَمَ يَوْمَ مَاتَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَشْرًا وَنُفَّسَ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسِ قَالَ وَسَمِعْتُ الْوَرَّكَانِي يَقُولُ يَوْمَ مَاتَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَقَعَ الْمَاقَمُ وَالنُّوحُ فِي اَرْبَعَةِ اَحْزَانٍ مِنَ النَّاسِ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسِ“

ترجمہ :- ”جس روز احمد بن حنبل کی وفات ہوئی، اس دن ہمیں ہزار یہودی، نصرائی اور مجوسی مسلمان ہوئے اور کہا کہ میں نے الورکانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس دن احمد بن حنبل کی موت واقع ہوئی اس بعد چار مذاہب کے لوگوں مسلمان ہوئے، یہودیوں، نصرائیوں اور مجوسیوں نے ماتم کیا۔“

یہود، نصرائی اور مجوسیوں کے علاوہ جن مسلمین نے ماتم کیا تھا

اب اللہ اس کے رسول اور دلیل سے اور دین اسلام سے جویت کر چکا ہے اپنے ایمان اور اللہ کے تقار کو سامنے رکھتے ہوئے خود فیصلہ فرمائیں کہ اگر وہ کون سی ایسی بات تھی کہ احمد بن حنبل کی وفات پر یہودیوں، نصاریٰ اور مجوسیوں نے نوحہ قائم کیا جب کہ دوسری طرف ملاحظہ ہو کہ انہی یہودی ظالموں نے انبیاء علیہم السلام تک کو ناحق قتل کیا ہے۔ (وَقَتْلُوا النَّبِيِّينَ يَحْيٰى الْحَقَّ) داؤد، سلیمان، مریم اور عیسیٰ علیہم السلام پر جھوٹی فتینیں لگائی ہیں۔ اللہ کے نازل کردہ احکامات کو بدل ڈالا۔ خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کئی بار سازشیں کیں یہودی اسلام کے بدترین دشمن رہے۔ جنہوں نے دوسری اقوام کو اسلام کے خلاف اکسایا۔ نبی علیہ السلام، آپ کی اندراج اور مسلمانوں کے خلاف بہتان طرزیں کیں۔ صحابہ کرام کو مختلف سازشوں کے ذریعہ قتل کیا اور اللہ کے دین کے دشمنوں کی خوب مالی اور جانی امداد... کرتے رہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور آپ کے صحابہ عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت پر خوشیاں منائیں اور یہ ہر دور میں اسلام

بقیہ حاشیہ ص ۱۲۲

وہ دراصل شیخ تھے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے والے ہاتھ دلوہ نہیں کرتے، نبی علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اللہ کے رسول کی تعلیم تو یہ ہے کہ مَنْ صَرَفَ الْمُدَّةَ وَشَقَّ الْجَنْفَ بَكْ دَعَا جِدَّ عَوَالِجَ اَهْلِيَّةٍ فَلَيْسَ مِنْنِي۔ (متفق علیہ) جس نے گالوں کو پیٹا، گریبان کو بھارتا اور چاہلیت کی پکار پکاری وہ ہم میں سے نہیں۔ لیکن شیخ آج بھی زبان رسول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے ان اکابرین کے نفرتی دم پر چلتے ہوئے نوحہ قائم کرتے ہیں۔

کو مٹانے کے لئے اثر بھی چرٹی کا نور لگاتے رہے ہیں کیا وجہ تھی کہ اسلام کی بدترین دشمن قوم نے احمد بن حنبل کی وفات پر ماتم کیا۔ بات بالکل صاف ہے، جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو اس قبر پرستی کے عقیدے یعنی مڑے کو اسی دینادی قبر میں زندہ سمجھنے کے عقیدے سے پہنچا ہے، وہ اس سے پہلے تمام یہودی، نصاریٰ اور مجوسی جمہور اسلام دشمن متحد ہو کر بھی نہیں پہنچا سکتے تھے اسی وجہ سے احمد بن حنبل کی وفات کے بعد اس مشن کو آگے بڑھانے اور ان کے خلاء کو پر کرنے کے کیلئے بیس ہزار یہودی، نصاریٰ اور مجوسی دین اسلام کا لبادہ اڑھ کر میدان میں کود پڑے۔ اب آئیے بدعتیہ کی اور قبر پرستی کے ان نمونوں پر نظر ڈالیں جو احمد بن حنبل نے شہادت کی آڑ میں یہود و نصاریٰ کی ترجیحی کرتے ہوئے دین اسلام میں داخل کر لئے۔

وَمَا كَانَ يَقُولُ: اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يَصَلُّونَ، وَاَنَّ الْمَيِّتَ يَعْلَمُ بِزَاوِيَةٍ۔
ترجمہ: اور وہ (احمد بن حنبل) کہتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور مردہ اپنے زاویہ قبر پر آئے والے کو پہچانتا ہے۔

(طبقات حنابلہ، جز دوم ص ۳۰۳)
احمد بن حنبل نے اپنے ایک شاگرد مسدود بن مسدد کو خط کے حوالہ میں لکھا کہ قبر کے اندر مردے کے جسم میں مروج ٹوٹا جاسے یا ایمان لانا ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو۔

”وَالَا يَمَانُ بِمَسْكَدٍ وَنَكِيرٍ وَعَذَابِ الْقَبْرِ“

والایمان بملک الموت ویقبض الارواح
تتعدّ تعدّ فی الاجساد فی القیور
مکرو غیر عذاب قبر ام ملک الموت کے ارجاع کو قبض کرتا ہے
پھر ارجاع کے قبروں میں حبول میں لٹائے جانے پر ایمان لانا
یہی ہے "سہ

اسی شیخ نواز امام احمد بن حنبل نے پوری زندگی معاویہؓ اور یزید بن
معاویہؓ سے بغض و حسد کا مظاہرہ کیا مسند احمد بن حنبل میں رسالت
لائے ہیں کہ معاویہؓ شراب حرام ہونے کے باوجود پیا کرتے تھے ادا اس
پر غمز بھی کرتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۲۲۸)

سہ طبقات خاندان خاندانۃ، تالیف ابن بطہ العقصر
الارشاد تالیف ابن بطہ کتاب الصلوۃ طبعت سعودی عرب میں
یزید احمد بن حنبل تو یزید کے بھی قائل تھے اور خود بھی لکھا کرتے تھے۔ (اصل
احمد بن حنبل ص ۵، فتاویٰ ابن تیمیہ زاد المعاد)

اکثر فرقہ پرستوں کا عقیدہ ہی اس خط کے مطابق ہے اس کے باوجود
ان میں سے کچھ لوگ اس خط کی سند پر اعتراض کرتے ہیں لیکن وہ یہ اصول
بھول جاتے ہیں کہ فتویٰ متعدّد و مشہور خبر پر لگایا گیا ہے جس کو اہل
علم اور محققین نے تسلیم کیا اور توثیق کا درجہ دیا ہے
بعض حضرات اس انداز سے اپنے امام کا دفاع کرتے ہیں کہ اگر یہ اس
کا خط ہے تو کافر اور اگر اس کا نہیں ہے تو مومن۔ ایسے حضرات کے لئے
ہم نبی علیہ السلام کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں

ترجمہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہؐ نے ارشاد
فرمایا قوی مومن کمزور اور ضعیف مومن سے بہتر اور اللہ کو زیادہ پسند
ہے اور دونوں میں خیر ہے اپنے قائد سے کے کام کے لئے زیادہ جدوجہد
کرو۔ اللہ سے مدد حاصل کرو اور کمزوری مت دکھاؤ اور اگر (اللہ نہ کرے)
آپ کو تکلیف پیش آجائے تو یہ مت کہنا کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ایسا
ہوتا۔ لیکن یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا تھا میرے لئے مقدر فرما دیا۔ اور
جو چاہا وہ کر دیا کیونکہ "لَوْ" (اگر) کا لفظ شیطان کی کارروائی کا راستہ
کھولتا ہے۔ (مسلم)

کچھ حضرات کا اعتراض ہے کہ یہ عقیدہ تو احمد بن حنبل سے پہلے ابو حنیفہ
کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ دین کے ایسے بے خبروں سے عرض ہے کہ یہ
عقیدہ نوحؑ سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کرامؓ اور تابعینؓ تک
ہر دور میں موجود رہا ہے۔ لیکن ہر دور میں اس عقیدے کی مخالفت کی گئی
ہے۔ یہاں تک کہ ابو حنیفہؒ نے اپنے دور میں قبروں کے لئے مانگنے والے
جاہل کو سختی سے منع فرمایا لیکن احمد بن حنبل نے اپنے دور میں اس
قبر پرستی کے عقیدے کو مذہبی رنگ دیکر اپنے خط کے ذریعے سے
اُچھالا ہے ورنہ آج اسلامی کتابوں سے یہ خط اگر نکال دیا جاتے۔
تو یہ سوال و جواب کسے لئے مڑے گا کچھ دیر کے لئے زندہ ہونے والا
عقیدہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائے گا۔ اس خط کے متن پر تو اہل
حدیث اور علماء دین بدیشانہ بدیع الدین مرفا زخان حضرت ابو جابر و خیرہ
نے اپنا عقیدہ استوار کر رکھا ہے ورنہ پورے قرآن اور احادیث میں مردہ کے
کچھ دیر کے لئے زندہ ہونے والے الفاظ نہیں ہیں۔

ابن الجوزی نے عبد اللہ بن جنبل سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ (احمد بن جنبل) سے پوچھا کہ ایک علیؓ و معاویہؓ کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ انھوں نے تھوڑے سکرن کے بعد جواب دیا کہ علیؓ کے بہت دشمن تھے دشمنوں نے علیؓ کی زندگی میں عیوب تلاش کیے مگر ان کو نہیں ملے تو انھوں نے بھر دیا کیا اس آدمی (معاویہؓ) پر جو ان (علیؓ) سے لڑتا تھا تو علیؓ کی دشمنی میں اس کی طرف توجہ کی پھر انھوں (احمد بن جنبل) نے اشارہ کیا ان فضائل کی طرف جو ان (معاویہؓ) کے لیے لکھ دیئے گئے معاویہؓ کے فضائل میں متعدد احادیث ہیں ان میں ایسی کوئی نہیں جو اسناد کے لحاظ سے صحیح ہو۔

(فتح الباری الخصال ص ۱۰۷ المکتبۃ السلفیہ)
 "صالح بن احمد بن جنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (احمد بن جنبل) سے کہا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ صلااحمد بن جنبل (یزید بن معاویہؓ) سے محبت کرتے ہیں یہ سنکر انھوں نے کہا بیٹا! کیا کوئی شخص بھی جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو یزید سے محبت کر سکتا ہے؟
 احمد بن جنبل سے پوچھا گیا کہ یزید بن معاویہؓ سے ایک حدیث لکھیں گے؟ کہا نہیں اس کی کچھ وقعت نہیں۔"

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴ ص ۲۷۷ و جلد ۲ ص ۴۷۸)

دیکھا آپ نے کہ اس خود ساختہ امام نے دین کی بنیادیں کھونسنے کے ساتھ ساتھ دین کے ستون اھلبائتہ کو بھی گرنے کی کوشش کی ہے۔ احمد بن جنبل کی نگاہوں میں مسلمانوں کے کمانڈر اسلام کا جھنڈا زمین کے کوسے کوسے میں گرا دینے والے مجاہد اور کاتبِ وحی معاویہؓ ابن ابی سفیانؓ کی کوئی وقعت اور عزت نہیں۔ بیس سال تک اسلام کی خدمت کرنے والے اھلبائتہ کو گرا دینے والے

اس امیر کیلئے جو فضائل احادیث میں بیان ہوئے ہیں وہ احادیث احمد بن جنبل کی نگاہ میں ضعیف اور گھڑھی ہوئی ہیں جب کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے معاویہؓ کے بارے میں فرمایا ہے کہ "وہ (معاویہؓ) فقیہ اور دین کے زیادہ جاننے والے ہیں۔" (بخاری، باب الوتر)

یزید بن معاویہؓ (کمانڈر ابن کمانڈر) قسطنطنیہ پر اسلام کا جھنڈا گرا دینے والے کے بارے میں یہ شیوہ امام ان الفاظ کا اظہار کرتا ہے کہ "اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھنے والا کبھی بھی یزید سے محبت نہیں کر سکتا۔"
 حالانکہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھنے والا ہر مسلمان یزید بن معاویہؓ سے محبت کرتا ہے اور اسے فرمانِ رسولؐ کے مطابق جتنی سمجھتا ہے۔

فرمانِ رسولؐ ہے کہ جس پہلے لشکر نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا وہ پورے کا پورا بخشا جاتا ہے۔ (بخاری جلد اول ص ۴، ص ۶۱)
 "اس لشکر کے کمانڈر یزید بن معاویہؓ تھے" (بخاری جلد اول ص ۱۵۸)
 ثابت ہوا کہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھنے والا یزید بن معاویہؓ سے محبت کر سکتا اور یہ دونوں اللہ و رسولؐ سے محبت کرتے والے نبی علیہ السلام کی پیشگوئی کا مصداق بننے والے اس جتنی سے نفرت اظہار کرتے گئے۔

اللہ کا فرمان: اَتَمَّاقُ يُتَكَبَّرُ اللَّهُ وَدَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ يَّقِيْمُوْنَ الصَّلٰةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ عَلٰى حَقْوٰنٍ وَمَنْ يَّمُوْلَ اِلٰهًا قَدْ سَوَّلَهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالِ حَيْدَرَ اَللّٰهُ هُمْ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (النملہ: ۵۵، ۵۶)

"تمہارے دوست تو اللہ اس کے رسولؐ اور مومن لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سامنے جھکتے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے

رسول اور مومنین سے دوستی کرے گا تو اللہ کی جماعت میں داخل ہوگا اور اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے مومن وہ ہے جو دوسرے مومن کو دوست اور قابل احترام سمجھے۔

اب آئیے احمد بن حنبل کے ان الفاظ کی طرف توجہ فرمائیں جو انہوں نے اس جنتی بندے یزید بن معاویہ کے بارے میں کہے ہیں، کیا کوئی شخص بھی جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہو، یزید سے محبت کر سکتا ہے؟ فرمان رسول کے مطابق تو جو کسی مومن، مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے اور جو کسی مسلمان پر لعنت بھیجے وہ خود لعنتی ہے جبکہ

احمد بن حنبل کی نگاہوں میں جنتی یزید بن معاویہ اس قابل بھی نہیں کہ ان سے حدیث لکھی جائے۔

اس عبارت کو پڑھنے کے بعد ہو سکتا ہے کہ کوئی فرقہ پرست، قبر پرست یا امام پرست کسیخ یا ہو جائے اور کہنے لگے کہ یہ احمد بن حنبل پر بہتان ہے انہوں نے یزید بن معاویہ کو کافر اور بے دین نہیں کہا ہے۔

تو آئیے احمد بن حنبل کے اس فتوے کو آئمہ حدیث دفعہ کے اقوال کی مدد سے دیکھتے ہیں۔

۱۔ بلاد بید: حدیث دین ہے اس لئے حدیث کے نقل کرنے والے کے لئے مسلم، عادل، متقی، امین ہونا شرط لازم ہے۔ (امام مسلم)

۲۔ حزب اللہ کے لئے اللہ کافران لا یحقون ان یدعونہم لایم کسی طاقت کرنے والے کی طاقت سے نہیں گھبراتے، یعنی جہاں بھی مہل دین کھول کر بیان کرتے ہیں، کسی فرقے یا مسلک کا لحاظ نہیں کرتے۔

۲۔ آئمہ حدیث دفعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر راوی عقیدہ توحید پر قائم نہیں ہے اور اس کی توحید میں شرک کی ملاوٹ ہے تو اس کی روایت ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔

کیونکہ راوی کی روایت قبول کرنے کے لئے عدالت اولین شرط ہے اور عدالت کا اسلام کے بغیر تصور بھی محال ہے۔

۳۔ مسلم بن ابی صالح بیان کرتے ہیں کہ ایوب کو یہ اطلاع ملی کہ میں عمرو بن عبید کے پاس جایا کرتا ہوں چنانچہ ایک روز میرے پاس آئے اور کہنے لگے بھلا یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ جس شخص کی دینداری کا تھیں اعتبار نہیں اس کی روایت حدیث کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ (مقدمہ صحیح مسلم و مقدمہ ابن الصلاح بحوالہ امام احمد بن حنبل پہلی قسط از کمال عثمانی امیر خرب الاصل ۱۶، ۱۸، ۲۱) آئمہ حدیث دفعہ کے مندرجہ بالا اصول و اقوال سامنے رکھتے ہوئے اہل

بن حنبل کی رائے یزید بن معاویہ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ ترجمہ :- یزید بن معاویہ اس کی عدالت میں جرح و دہج کی گئی ہے پس وہ اس قابل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس (یزید بن معاویہ) سے روایت نہ لی جائے۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۹۳) اسی احمد بن حنبل نے فقہی اختلاف کی وجہ سے ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد محمد بن حسن پر بھی کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

ترجمہ :- ابو اسماعیل ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل کو کہتے ہوئے سنا کہ محمد بن الحسن (امام محمد) شروع میں جہمیہ مذہب کی پیروی کرتے تھے (یعنی جہم میں صفوان کے مذہب کو مانتے تھے) پھر

اللہ تعالیٰ کو عضو موصول سمجھتا تھا) اور روایت کیا جنبل بن اسحاق نے احمد سے کہہ کیا
 انھوں نے کہ ابو یوسف حدیث میں ضعیف سمجھے جاتے تھے اور محمد بن الحسن
 (امام محمد) اور ان کے شیخ (ابو حنیفہ) دونوں اثر (حدیث نبوی) کے مخالف تھے۔
 ترجمہ عبارت لسان المیزان جلد ۱۲ صفحہ ۵ مصنف ابن حجر عسقلانی
 یعنی احمد بن حنبل ابو حنیفہ اور امام محمد کو منکرین حدیث سمجھتے تھے اور چونکہ
 منکر حدیث کا فرہوتا ہے اس لیے احمد بن حنبل کی نگاہوں میں ابو حنیفہ اور
 امام محمد دونوں کافر تھے۔

فرمان رسولؐ کے مطابق جو کسی مومن کو کافر کہے وہ خود کافر ہے صاحب جو
 لوگ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ احمد بن حنبل کے مندرجہ بالا
 قول کے باوجود ان کو مومن سمجھتے ہوئے اپنے ایمان کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ
 قرآن و حدیث کی تعلیمات ان سے کیا تقاضا کرتی ہیں۔

اور کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین سے محبت کرنے
 کا دعویٰ کرتے ہیں جو شیعوں کے اس خود ساختہ امام کی حقیقت دنیا و اول کے
 سامنے کھول کر بیان کریں جس نے شہرت کی ہر ٹیس مسلمانوں میں قبر پرستی کا
 عقیدہ بھیل کر انھیں مجاہد بنایا اور اس طرح مسلمانوں اور دین اسلام کو ہر دیول
 نصرانیوں، مجوسیوں اور دیگر اقوام کے لیے ترنالم بنادیا اور وہ آج تک اسی سزاگن
 صورتحال سے دوچار ہیں۔

اسی احسانِ عظیم کو مانستے ہوئے تو یہ دیول، نصرانیوں اور مجوسیوں نے

صلیٰ امام احمد بن حنبل کی پیر دی کرتے ہوئے آج بھی ہر شیعہ اپنی محفل میں
 معاویہؓ، یزیدؓ اور امام ابو حنیفہؒ پر لعنت بھیجتے ہیں۔

احمد بن حنبل کی ذنابت پر ماتم اور نہ کر کیا تھا یہی وجہ تھی کہ اس شخص (احمد بن حنبل)
 کو اس زمانے کے کچھ مسلمانوں نے پہچان لیا تھا کہ یہ ظاہری تقویٰ اور
 اپنی شہرت کی آڑ میں اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں جس کی وجہ سے لوگ
 ان سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا کرتے تھے اور اس کے خلاف فتوے
 بھی صادر کرتے تھے لیکن یہ مخالفانہ فتاوے اور الفاظ کمال ہوشیاری کے
 ساتھ منظر سے غائب کر دیے گئے اور اس کے برعکس اپنے امام کے دفاع
 میں نکلے ہوئے کلمات کو تحفظ دیا گیا۔ ملاحظہ کیجئے۔

”احمد الدودی کہتے ہیں کہ جس کسی کو تم منو کہ وہ احمد بن حنبل کا برائی کے
 ساتھ ذکر کر رہا ہے تو اس کے اسلام پر حتمت لگاؤ۔“

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۷۷)

ان دفاعی کلمات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے علماء نے
 احمد بن حنبل پر بدعتیہ کی اور اسلام دشمنی کے فتوے اور الزامات لگائے
 تھے تبھی تو احمد بن حنبل کے حق میں یہ دفاعی کلمات ادا کئے گئے ہیں۔

۱۔ جو لوگ آج بڑے زور و شور سے احمد بن حنبل کا دفاع کرتے ہوئے
 کہتے ہیں کہ بارہ صدیوں میں احمد بن حنبل کی کسی نے برائی نہیں کی اور
 پندرہویں صدی میں امیک ڈاکٹر عثمانی پیدا ہوئے جو احمد بن حنبل کو بدعتیہ
 ثابت کر کے اس کی برائی کرنے لگے۔ وہ اگر غور فرمائیں تو احمد بن حنبل
 کے دفاع کا یہ انداز جیغی کھاتا ہے کہ اس کے اپنے زمانے ہی کے مسلمان
 ان کی بدعتیہ کی وجہ سے برائی کرتے تھے۔ درنہ تہذیب التہذیب کے
 اندر درج بالا کلمات سمجھنے کی کیا ضرورت تھی کیا سمجھنے والوں کو معلوم ہوتا کہ

اسی طرح احمد بن حنبل کے دفاع میں امام شافعی کا قول بھی طبقات ضابطہ میں پیش کیا جاتا ہے کہ

امام شافعی نے فرمایا: "جس نے احمد بن حنبل سے بغض رکھا، تو وہ کافر ہے" طبقات ضابطہ صفحہ ۱۱۱ امام شافعی کے قول سے بھی ثابت ہوا کہ اس نے ان کے مسلمان احمد بن حنبل سے انتہائی درجے کا بغض رکھتے تھے۔ رہا ان کے قول کی حیثیت کا معاملہ تو وہ احمد بن حنبل سے تقریباً ۳۸ سال قبل ۲۰۲ھ میں وفات پا چکے تھے۔ ان کا قول احمد بن حنبل کی صفائی میں پیش کرنا بڑی جہالت ہے کیونکہ امام شافعی پہنچے نہیں تھے کہ ان کی گواہی یا قول ان سے بعد مرنے والے انسان کے لئے حروف بحرف درست ہو۔ ایسی گواہیاں تو صرف انبیاء کی سچی ہوتی ہیں۔ اس لئے امام شافعی کا قول احمد بن حنبل کی صفائی میں پیش کرنا جائز نہیں

وہ حضرات سوچ لیں جو احمد بن حنبل یا کسی اور مشہور بندے کو رب بنا کر اٹھتے بیٹھتے دن رات اس کی تعریف اور بڑائی بیان کرتے رہتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لئے قرآن کا فرمان ہے

اتَّخَذُوا اَحْيَاءَ دَهْوٍ وَدَهْبًا فَتُفْسَدُ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ (التوبہ)

"ان لوگوں نے اپنے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنا لیا ہے" وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اُمْدَادًا يُحِبُّوْنَ فَتُفْسَدُ كُتُبُ اللّٰهِ (البقرہ: ۱۶۵)

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو دوسروں کو اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں اور

بقیہ حاشیہ ص ۱۳۳

بندہ صمدی میں ڈاکٹر عثمان نام کے ایک شخص پیدا ہوئے جو احمد بن حنبل کی برائی کر رہے تھے۔ ہرگز نہیں!

ان سے اللہ کی سی مجتہد کرتے ہیں۔" یعنی اللہ کی بات کے مقابلے میں اپنے اماموں مولویوں اور پیروں کی بات کو ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کے مقابلے میں ان کے دلوں میں اپنے ان حضرات کا لحاظ اور وقار

زیادہ ہوتا ہے۔

ایسا عقیدہ رکھتے تھے کہ اپنے بد عہدوں ناشکروں اور بد نصیبوں کو مہربان رب نے دنیا میں خیر وار کر دیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ کے مقابلے میں اپنے علماء اور مشائخ سے اندھی محبت کرتے ہیں اور اللہ کے واضح اسکامات کے ہوتے ہوئے اپنے اماموں علماء اور مشائخ کی اندھی تقلید کرتے ہیں وہ قیامت کے دن جہنم کے شعلوں کو دیکھ کر ان علماء اور مشائخ سے نفرت اور سبزاری کا اعلان کریں گے اور خواہش کریں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ دنیا میں ایسے لوٹا دے تو وہ خالص اپنے حقیقی رب کی بزرگی اور اس سے اپنی بھرپور محبت کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اس کے رسول کی سنت پر صحیح انماز سے چل کر دکھا دیں لیکن اس مہربان رب نے دنیا والوں کو یہ بات اسی دنیا میں بتا دی ہے کہ اس قسم کے پچھتاوے تو بہ استغفار اور ایمان لانے کا اقرار ان امام اور پیر پرستوں کو وہاں آخرت میں کچھ فائدہ نہ دے سکے گا یہ ساری حسرتیں لئے ہوئے وہ اپنے گمراہ اکابرین کے ساتھ ہمیشہ کسے لئے جہنم میں اتار دیئے جائیں گے جہاں آگ ال کا ادھوا اور بچھونا ہوگی۔ زقوم، کھوتا ہوا گرم پانی اور بدبو دار پیپ ان کا کھانا اور پینا ہوں گے۔

اس لئے ہر اس انسان کو جو آخرت پر یقین رکھتا ہے اپنے عقیدے اور عمل کی اصلاح دنیا ہی میں کر لینی چاہیے۔ اور ہر وقت اپنے مہربان اور بخشنے والے رب سے جہنم کی آگ سے بچنے اور جنت کی لازوال نعمتوں میں داخل ہونے کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

اب الدین الخالص" سے اُس کے معتقد ابوجابر کے مخالفوں علمی خیانت اور جہالت کے کچھ حوالے ملاحظہ فرمائیے!

یہ پوری کتاب معتقد کے فکری انتشار ان کی تعداد بیان اور سب سے بڑھ ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ذاتی دشمنی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ چنانچہ دو قسطوں میں پھیلی ہوئی اس کتاب میں جہاں ایک طرف انہوں نے عالم برزخ اور برزخی بدن کا انکار کیا ہے وہاں اس حقیقت کو تسلیم بھی کیا ہے کہ کتاب کی پہلی قسط کے صفحہ نمبر ۴۳، ۴۴ پر لکھتے ہیں

"یہاں کہ میں نے جن دوستوں سے بھی عذاب قبر کی بات کی ہے اور انہیں سمجھایا کہ نبیؐ نے فرمایا ہے "عذاب القبر حق" یعنی قبر کا عذاب حق ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس قبر میں تو کچھ ہوتا نہیں! اس لئے یہاں عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ تو میں نے کہا، پھر نبیؐ نے غلط بات فرمائی ہے دلوں والے! اور بقول آپ کے آپ کو یوں فرمانا چاہیئے تھا کہ عذاب البرزخ حق (برزخ کا عذاب حق ہے)۔ مگر قرآن و حدیث کے دلائل سے قائل ہونے کے بجائے انہوں نے عقلی ڈھکوسلے بیان کرنا شروع کر دیئے اور عذاب قبر کے بجائے عذاب برزخ پر مصر ہے۔ بخود بدلتے نہیں۔ قرآن کو بدل دیتے ہیں (صفحہ ۴۲-۴۳) اب الدین خالص قسط نمبر ۱) لیکن اس کتاب کے صلا پر مقرر از ہیں۔

"خروج نفس اور روح کے بعد اَلْیَوْمَ تَجُوزُ نَعْدَابِ الْهَوْنِ" میں جس عذاب کا ذکر کیا گیا ہے، یہی عذاب قبر ہے جسے عذاب برزخ بھی کہا جاتا ہے۔ (قسط اول صلا) گویا ابوجابر صاحب خود عذاب قبر کو عذاب برزخ کہیں تو بالکل

ٹھیک ... اور قرآن و حدیث کی بات ہے لیکن اگر ڈاکٹر عثمانی یا ان کا کوئی ساتھی کہے تو یہ ہٹ دھرمی اور جہالت ہے اپنی کہی خود ان پر صادق آ رہی ہے۔ اسی قبر میں قیامت سے پہلے مڑوے کو زندہ مان کر قرآن کو بدلنے کی حیثیت فرما رہے ہیں۔ (حالانکہ قرآن میں مڑوے کے بعد قیامت تک زندگی کا کوئی ثبوت نہیں ہے) اور الزام دوسروں کو قرآن بدلنے کا دے رہے ہیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں

"ظاہر بات ہے اس شخص کو تکبر کی وجہ سے یہ عذاب دیا گیا اور یہ برزخی عذاب ہی ہے جسے احادیث میں عذاب قبر کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس عذاب میں روح کے ساتھ بدن عنصری بھی شامل ہے صرف بدن عنصری (یعنی مردہ جسم) کا زمین میں دھنسا چلا جانا سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ یہ جان لاشے کو عذاب دیا جاتا ہے معنی بات ہے"

(الدین الخالص قسط اول صلا)

اس سے پہلے فاضل علوم دینیہ فرماتے ہیں!

"راحت قبر یا عذاب قبر زندہ کو نہیں ہوتا، مرنے کے بعد سے قیامت تک کے تمام مراحل سے مڑوہ ہی گزرتا ہے۔ بھائی کس نے آپ سے کہہ دیا کہ وہ مردہ نہیں ہے۔ افسوس صد افسوس آپ کی عقل پر تو ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہاں بات تو ساری میت (مردہ) ہی کے بارے میں ہو رہی ہے۔" (ایضاً صلا ۴۱)

مخالطہ ہو تو ایسا! ایک جگہ عذاب کے سارے مراحل سے مڑوہ ہی گزرتا ہے۔ یعنی مڑوے ہی کو عذاب ہوتا ہے لیکن دوسری جگہ مڑوے کو عذاب دیا جاتا

سمجھ سے بالاتر اور بے معنی بات تزار دی جاتی ہے خود بخود ہی عقل پر قائم کرتا
شاید ایسا ہی ہوتا ہے ۴

سمجھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی ا
ڈاکٹر عثمانی پر عالم برزخ کے سلسلے میں تنقید کرتے ہوئے "الدین الخالص"
کی دوسری قسط میں لکھتے ہیں :

"انکہ کسی حدیث میں بھی عالم برزخ کا ذکر نہیں ہے۔ یہ صرف موصوف
کی لہن ترانی ہے اور ایسا دعویٰ ہے جس پر ان کے پاس کوئی بھی
دلیل موجود نہیں ہے۔۔۔ کسی حدیث میں جی نے اس اصطلاح کو
استعمال نہیں فرمایا ہے مگر موصوف اپنی کم علمی کی بنا پر سمجھتے ہیں
کہ شاید احادیث میں یہ اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔" (ص ۲۱۷)

لیکن پہلی قسط میں عالم برزخ کے بارے میں خود مصنف کا اعتراض ملاحظہ ہو۔
"اس سے ثابت ہوا کہ جسم کے ساتھ دنیا میں کچھ ہو جائے، مگر عالم
برزخ میں اس کے جسم کو دوبارہ تخلیق ملے کر کے اسے ثواب و
عذاب سے دوا کیا جاتا ہے۔ البتہ یہ سب کچھ کیسے ہوتا ہے؟
ہماری عقلیں اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہم تو صرف اللہ اور رسول
کی بتاتی ہوئی باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔" (ص ۲۱۷)

غور فرمائے ڈاکٹر عثمانی مرحوم عالم برزخ کی اصطلاح استعمال کرنے
پر مصنف موصوف کی نظر میں کم علم اور بے باطل ٹھہرے لیکن خود سب وہی کچھ لکھتے

لے عالم برزخ میں ملنے والا یہ بدن دنیاوی نہیں بلکہ برزخی بدن ہوتا ہے مگر ابوجابر
صاحب اپنی فتا اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے دنیاوی جسم کے عالم برزخ میں دوبارہ
تخلیق کے بدلے کی زالی منطق پیش فرماتے ہیں جس کی کوئی علمی بنیاد نہیں۔

اور کہنے کے باوجود ان کے علائم ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا بلکہ یہ ان
کے علائم ہونے کی دلیل ہے۔ "خرد کا نام جنوں پر چڑ گیا، جنوں کا خرد"

اسی طرح ایک مقام پر شاہ بدیع الدین ریسر صاحب آف بھنگٹا کی کتاب
کا حوالہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"البتہ پر صاحب کی یہ بات ہماری سمجھ بھی نہیں آتی کہ زندہ کے
سننے میں اختلاف نہیں بلکہ بحث اس میں ہے کہ مردہ مستند ہے نہیں
ہمارے خیال میں روح لوٹائے جانے کے باوجود بھی وہ مردہ ہی
رہتا ہے کیونکہ یہ اس کی برزخی حیات ہے اور برزخی حیات کو دنیا کی
زندگی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (الدین الخالص قسط اول ص ۸۲)

دراصل پر صاحب کی یہ بات فاضل علوم کی سمجھ میں اس لئے نہیں آتی کہ پیر
صاحب نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ مردہ نہیں سنتے، بلکہ روح لوٹائے جانے
کے بعد مردہ زندہ ہو کر سنتا ہے۔ جبکہ مصنف موصوف مدعی قرآن و
حدیث کی تعلیمات کی روشنی کے بجائے اپنے خیال کی مطابقت سمجھنے پر مصر نظر
آتے ہیں لیکن عجیب معاملہ ہے کہ فاضل علوم مصنف کو اپنے خیالی ادھیر
بن کی انتہائی دلچسپ صورت حال کا احس نہیں ہو پاتا جب وہ یہی بات
مختلف مقامات پر پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہوا اپنی کی زبانی
"مردہ کو جب دفن کیا جاتا ہے تو سوال و جواب کے لئے اسی میں

روح لوٹائی جاتی ہے (قسط اول ص ۱۲۲)

یہی بات مزید وضاحت کے ساتھ :
"البتہ ہم جو اعادہ روح کے قائل ہیں تو یہ اعادہ روح صرف قصور سے

رہا۔ یہ عقیدہ بھی سراسر قرآن کے خلاف اور کفر مرئی ہے۔
ان مسلک پرستوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب مردہ کلام کر سکتا ہے

سے وقت کے لئے ہوتا ہے، (قسط دوم ص ۲۶۵)

عذر فرمائیے! اصل کے اعتبار سے پیر صاحب اور مصنف کی بات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر بھی پیر صاحب کی بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ پیر صاحب کی بات سے ڈاکٹر صاحب مرحوم کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ اور ابوجابر صاحب کو یہ کب گوارا ہے کہ کوئی ڈاکٹر عثمانی کی بات کی تائید کرے! یہ محض ڈاکٹر عثمانی سے دشمنی کا نتیجہ ہے ورنہ ان کے خلاف لکھی جانے والی سب بات آسانی سے مصنف کی سمجھ میں آجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص ڈاکٹر عثمانی مرحوم کے خلاف کچھ لکھے تو وہ اس کی نگاہ میں علامہ، محدث اور عالم دین ٹھہرتا ہے لیکن اگر غیر ارادی طور پر اس کی کسی بات سے ڈاکٹر صاحب کی بات کی تائید ہوتی ہو یا وہ مصنف موصوف کے نظریے کے خلاف لکھے تو گمراہ اور غلط دینے والا قرار دیا جاتا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو۔

”آٹھویں عالم مسعود احمد صاحب بی۔ اے۔ ایس سی ہیں۔۔۔ جس نے موصوف (ڈاکٹر عثمانی) کی گمراہیوں، جھوٹے اور علمی خیانتوں کو ظہر الشمس کیا ہے۔“ (دوسری قسط ص ۱۸۵)

لیکن ”اسی آٹھویں عالم“ کو جب اپنے مسلک اور نظریے کے خلاف پایا تو گمراہ، چالاک، باطل عقائد و نظریات والا رکافر قرار دیا دوسری قسط کا آخری صفحہ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ دو لڑاں آراء ایک ہی کتاب میں پیش ہوئی ہیں۔ مغالطہ اسی کو کہتے ہیں۔ تعصب انسان کو کہاں لاکھڑا کرتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ مصنف موصوف۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۳۹

سن سکتا ہے جواب دے سکتا ہے پہچان سکتا ہے تو پھر روح لوٹنے کی ضرورت کس لئے پیش آتی ہے؟

ڈاکٹر عثمانی مرحوم کی مخالفت میں اتنے اندھے ہو گئے کہ ان کو اتنا بھی ہوش نہیں رہا کہ حدیث رسول کا مصداق بن کر خود اپنے اوپر کھڑا منافقت اور پورے فتوے لگا رہے ہیں۔ چنانچہ دوسری قسط میں بخاری و مسلم کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”منافق کی چار نشانیاں ہوتی ہیں امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، بات کرے تو جھوٹ بولے، عہد کرے تو اس کو توڑ دے اور کسی سے لڑے تو گالیاں لکے۔“ (ص ۱۲)

لیکن اسی کتاب کے دو صفحات پہلے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو گالیوں سے اس طرح نوازتے ہیں۔

”در اصل ڈاکٹر عثمانی بذات خود ایک جھوٹے، کذاب، دھوکہ باز، متعصب، ریاکار شخص ہیں۔“ (ص ۱)

جبکہ ڈاکٹر عثمانی نے اپنی کسی کتاب میں کسی کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں کئے اور نہ کوئی ادنیٰ گالی دی ہے۔ قرآن و حدیث کے الکاری کی ثبوت کے ساتھ نشاندہی اور اس کا رد گالی نہیں بلکہ عین ایمان کا تقاضا ہے اور یہ کسی سے ذاتی یا مسلکی جھگڑے کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور حکم کے بموجب بالکل اصولی اور ضروری معاملہ ہوتا ہے۔

اسی طرح بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے!

”مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں لقب لگاؤں اور نہ یہ کہ ان کے پیشوں کو پھیر دوں۔“ (قسط دوم ص ۳) لیکن مذکورہ حدیث رسول کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے داناوی

صاحب ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بارے میں یوں نقب زنی فرماتے ہیں۔
 ”مگر چونکہ انہوں نے ڈاکٹر عثمانی نے بظاہر دینداری کا لبادہ
 اوڑھ رکھا ہے اس لئے چند سادہ لوح افراد ان کے دام فریب
 میں آ گئے۔ اس کے علاوہ وہ اپنی ظاہری بزرگی اور پارسائی
 کا رعب بھی لوگوں کے دلوں پر بچھاتے رہتے ہیں رقص و منظر
 ”الدین الخالص“ رقص دوم میں صلا سے منہ ہٹا کر عثمانی
 کی کتاب ”تہ قرین یہ آسکے“ کے پرلے (حزب اللہ کے زمانے کے)
 ایڈیشنوں کے عکس شائع کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ
 ڈاکٹر عثمانی صاحب نے اس میں دوسروں کی کتابوں سے عبارات نقل کر کے
 لفظ ”ماخوذ“ نہیں لکھا ہے اس لئے یہ سرقہ ہے اور پھر صلا پر
 رقص اللہ سے نکل جانے کے بعد اسی کتاب کے عکس شائع کر
 کے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اب اس میں لفظ ”ماخوذ“ درج ہے اب
 اس کتاب کو اگر ابوجابر صاحب کے ذہنی معیار کے مطابق ہی لیا جائے
 تو بھی انہوں نے یہ عکس شائع کر کے خود اپنے آپ کو اس سرقہ میں برابر
 کا شریک ثابت کیا ہے کیوں کہ ان پرلے ایڈیشنوں کی اشاعت کے
 وقت وہ خود ڈاکٹر عثمانی صاحب مرحوم کے ساتھ حزب اللہ میں شامل
 تھے اور ظاہر ہے حزب اللہ کے زمانے میں شائع ہونے والے ان پرلے
 ایڈیشنوں کی اشاعت میں ان کا اور ان کے پیروں کا کمال حسن عثمانی
 کا مشورہ بھی شامل تھا۔ مگر یہ صیغہ خود اپنے ہی جال میں آگئے ہیں یعنی
 جب تک ڈاکٹر عثمانی صاحب حزب اللہ کے دور میں یہ سرقہ نہ لے کر ایڈیشن
 لے کر مشورہ نہ لے کر شائع کر دیتے تو یہ سرقہ نہ لگتا تھا۔
 خاموش ہے۔ لیکن یہ بات نہ بھولیں کہ ان پرلے میں یہ دونوں سرقے

اپنی غلطیوں کے ازالہ کا اعلان کیا یعنی تہیں بھی کی اور اصلاح بھی کر لی
 تو اس کے بعد یہ دونوں ”معصوم حق پرست“ اور ان کے دوسرے ساتھی
 چالاک چور کی طرح خود چور چور کا بخور بچانے لگے تاکہ لوگ ان کو نہ
 پہچان سکیں۔

ڈاکٹر عثمانی مرحوم پر تنقید کے حوالے سے مصنف موصوف کی تضاد
 بیانیوں کی کچھ اور مثالیں ملاحظہ فرمائیں:-

”لیکن موصوف کی جہالت ملاحظہ ہو کہ وہ دنیاوی قیروں وغیرہ
 خود ساختہ اصطلاحات استعمال کر کے عوام الناس کی
 آنکھوں میں دھول بھونکنا چاہتے ہیں (رقص دوم ص ۲۱۳)

لیکن خود اسی اصطلاح کو اپنی تحریر میں کس تاثر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں،
 ملاحظہ ہو:-

”اس وضاحت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ دنیاوی قبر
 کے اندر جو زندگی بے حدہ دنیاوی نہیں بلکہ اخروی زندگی ہے لیکن یہ تمام
 کا مددائی اللہ تعالیٰ نے ہم سے پس پردہ ریزش میں رکھی ہوئی ہے۔“
 (رقص دوم ص ۲۱۳)

”تیسری حدیث حضرت سعید بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 قبر کو دیکھا کہ اس کی کیفیت یہ ہے کہ قبر میں کھدائی کی جاتی ہے اور وہاں کھدائی کا پتھر لگا دیا جاتا ہے
 سب کمرہ دنیاوی قبر کی بھی وہی چیز ہے مگر وہ کھدائی قبر میں نہیں ہوتی۔“
 (تذکرہ ص ۱۳۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں کھدائی کا کام نہ ہوتا ہے بلکہ
 پتھر سے قبر پر کھدائی کی جاتی ہے اور وہ کھدائی قبر میں نہیں ہوتی۔

ہے جب مُردے دنیادی قبر میں دفن ہو چکے ہوں۔

(ایضاً ص ۲۲۷)

انوارہ لگائیے! خود دنیادی تشریح اصطلاح استعمال کریں تو بالکل ٹھیک اور لوگوں کی رہنمائی کا موجب لیکن ڈاکٹر عثمانی استعمال کرے تو خود ساختہ اور عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے یعنی ان کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔

صاحب کتاب نے مخالفہ دینے کے لیے جگہ جگہ لکھا ہے کہ "اخروی زندگی سے مراد قبر کی زندگی ہے" (جس کی ایک مثال درج بالا عبارات میں سے ایک میں دیکھی جاسکتی ہے) اگر دنیادی قبر کی زندگی، اخروی

زندگی ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام مُردے زندہ کر دیے جائیں گے اور دنیادی قبر کی یہ خود ساختہ زندگی ختم ہو جائے گی تو اس نئی زندگی کو ہم کیا نام دیں گے پھر یہ کہ دنیادی قبر کے اندر "زندگی" کا لفظ کن سی اہمیت قرآنی اور حدیث میں استعمال ہوا ہے؟ دنیادی قبر میں تو مُردہ قیامت تک مُردہ ہی رہتا ہے موت کو زندگی کا نام دینا جہالت کی انتہا ہے۔

داناوی صاحب اپنی کتاب میں دو زندگیاں اور دو موتوں پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہوئے ملاحظہ فرمادیں۔

"لہذا ثابت ہوا کہ دو زندگیاں اور دو موتوں پر حقیقتاً ہمارا ایمان ہے موصوف کا ایمان یہاں بھی مترادف ہے ہمارے نزدیک مرنے کے بعد مدح جنت یا جہنم میں چلی جاتی ہے اور قیامت تک رہیں

رہتی ہے۔ اور جبرِ غنہری کو اللہ تعالیٰ قبر میں مدح کے تعلق کی وجہ سے راحت یا عذاب میں مبتلا رکھتا ہے۔"

(مستطود ص ۲۲۷)

اس جہالت پر مزید مطلق ملاحظہ ہو۔

"لہذا قیامت سے پہلے صرف دو موتوں پر اصرار کرنا اور اسی طرح قیامت

سے پہلے اعادہ مدح کا انکار کرنا بھی نہ صرف جہل مرکب ہے بلکہ

اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار بھی ہے اور ان آیات کا انکار کرنے والا

نہ صرف ایمان سے خالی بلکہ کفر کا علمبرار بھی ہے۔" (ایضاً ص ۲۲۷)

اس سے پہلے یہ بھی لکھ چکے ہیں۔

"یہ درست ہے کہ ہر انسان کے لیے دو زندگیاں اور دو موتیں ہی

مقرر کی گئی ہیں مگر اس کا کیا کیا جائے کہ قرآن کریم ہی میں بعض

لوگوں کی تین زندگیاں اور تین موتوں کا بھی تذکرہ ہے۔"

(ایضاً ص ۲۲۷)

اس "مگر" کا جواب بھی خود مصنف کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

۷۔ اے نیچے حاشیہ پر لکھا ہے۔ "البتہ بعض مدح کے بعد جب میت کو دفن کیا

جاتا ہے تو قبر کے سوال و جواب کے لیے اسے دوبارہ لوٹا دیا جاتا ہے۔ اگر

صاحب کتاب نے عقیدہ کے مطابق اسی دنیادی قبر وائے مُردہ جسم میں مدح اور مدح

جاتی ہے اور قبر میں مدح کے تعلق کی وجہ سے جبرِ غنہری کو راحت یا عذاب میں

رکھا جاتا ہے تو یہ عیسوی زندگی ہو گئی جو خدا اس کے من و جان و اہمیت سے خلاف ہے

اب مصنف موصوف ہی حتمائیں کہ اس کا کیا کیا جائے؟

۱۔ اگر واضح رہے کہ یہ (اجنبی گھوک کا زندہ ہو جانا) استثنائی حالتیں ہیں قانون نہیں اور استدلال صرف عام قاعدہ سے کیا جاتا ہے معجزہ یا استثنائی حالتیں دلیل نہیں بن سکتیں۔ (الفیضان ص ۲۴)

مزید ارشاد ہوتا ہے :-

”موصوف کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی بات کا ثبوت عام قائلین سے
 اخذ کیا جاتا ہے، استثنائ کو قائلین نہیں مانا جاتا جس طرح کہ سحبرہ
 کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا بلکہ محکمت سے دلیل فراہم کی جاتی
 ہے بالکل اسی طرح استثنائی صورتیں دلیل نہیں بن سکتیں۔“
 (الفتا ص ۲۴۹)

قربان جاؤں اُس ربِ نازلِ احوال کے نام پر جس نے اعلان کیا ہے کہ
 وَبِمَكَرُونَا وَمَا كُنَّا لِنُؤْتِيَهُنَّ الْخَالِدِينَ (النحل: ۳۰)
 کہ وہ کافر و شرک اور جھوٹوں کی چال کو ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ آخر کار
 مصنف موصوف نے تسلیم کر ہی لیا کہ ثبوت اور دلیل عام قانون اور حکمت
 پیش ہونے چاہئیں معجزات اور استثنائی حالتیں دلیل نہیں ہوتیں۔ پس
 قرآن میں اللہ کا عام قانون اور حکم آیات ہمیں یہ بتلاتی ہیں کہ تَمَّا أَكْتُمُ
 بَعْدَ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ يَوْمَ الْفَتْحِ نِعْمَةٌ تَبْتَغُونَ (المومن)
 اسے الفاظ اس زندگی کے بعد تمہیں موت آئے گی اور پھر تم
 سب قیامت کے دن اکٹھے جاؤ گے۔ ”وَإِذْ أَلْفُفُوا بِنُحُوتِ
 ” اور جب قیامت کے دن رو صیں (بدن کے ساتھ) ملا دی جائیں گی۔“ (الکہف)
 اب آئیے دوبارہ دافنوی صاحب کے اس پُر قریب اعلان کی طرف جوں
 میں کھا گیا ہے کہ :-

”ہم نے اپنا عقیدہ اور مسلک کی بنیاد قرآن کریم اور احادیث صحیحہ پر رکھتی ہے اور کوئی خود ساختہ عقیدہ اور مسلک ہماری راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ مختصر الفاظ میں ہمارا مسلک یہ ہے
اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي“ (صحیح حدیثی
میرا مذہب ہے) (مسند دوم ص ۱۸)

ابن ابی کثیر نے کہا کہ مصنف الجہار صاحب دانتی صحیح احادیث کو
ماننے بھی ہیں یا محض عوام الناس کو مگر اہل کونے کیلئے قرآن و حدیث کا نام
استعمال کرتے ہیں اپنی کتاب کی دوسری قسط میں رقمطراز ہیں :

ہم نے کب کہا ہے کہ روح میت میں آکر لبیک کر لیتی ہے اگر
روح میت میں دوبارہ داخل ہو جائے تو اب وہ زندہ ہے
اسے میت کہنا مناسب نہ ہوگا البتہ ہم جو اعادہ روح کے
قائل ہیں تو یہ اعادہ صرف تھوڑے سے وقت کے لئے ہوتا ہے
اور پھر روح کو حیات یا جہنم پہنچا دیا جاتا ہے اور یہ اعادہ اس
آیت کی استثنائی صورت ہے۔ (صفحہ ۲۵)

ان فاضل علوم دینیہ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے دعویٰ قرآن و حدیث کے ماننے کا کیا ہے لیکن یہ نہیں سمجھا کہ مُردے میں ہتھوڑے سے دست کیلئے روح کا داخل ہو جانا (یعنی تفسیری زندگی) قرآن کی کون سی آیت اور نبی علیہ السلام کی کون سی صحیح حدیث اسے میں آیا ہے۔

لے اگر براہ بن عازن سے غروب جھوٹی روایت کو بھی صحیح مان لیا جائے تو اس میں بھی کچھ دیر کے لیے رُوح کا داخل ہونا دوبارہ رُوح کے نکل جانے کا ذکر نہیں ہے اور استثنائی صورت کو خود صاحب کتاب دلیل ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

سمجھا جائے۔ جو روایت حقیقتاً ضعیف ہے تو اس کے آخر میں ہم نے علامہ ناصر الدین البانی وغیرہ کی وضاحت نقل کر دی ہے۔

(قسط دوم صفحہ ۱۳)

سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ جب جرح و ثبوت کے معاملے میں ڈاکٹر عثمانی کی پیروی کی ہے تو پھر اختلاف کہیں بات کا؟ آخر اس سے موصوف کیا تاثر دینا چاہتے ہیں؟ اس طرح کی باتوں سے وہ کچھ لوگوں کو تو دھوکے کے یا مغالطے میں ڈال سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ وہ یہ کچھ گمان کوئی سمجھانے والا نہ ہو گا۔ اس مغالطہ انگیز تحریر کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو جو ڈاکٹر عثمانی کے کتابچوں میں ضعیف روایات کے تحت لکھی گئی ہے۔

ص ۹۹-۹۸ میں قبرس پر آسمان کے حوالے سے السلام علیکم یا اهل البقورہ والی ترمذی کی روایت کے ایک راوی پر کئے گئے تفسیر کو نقل کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ ضعیف تھا، بیکار اور ردی حافظ کا مالک تھا اور اپنے باپ کے ایسی منفرد روایات بیان کرنے والا تھا جن کی کوئی بھی اصل نہیں۔ حالانکہ الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ اس طرح کی ایک سے زائد روایات مسلم میں بیان ہوئی ہیں۔ کیا موصوف علامہ ناصر الدین البانی وغیرہم کے حوالے سے اپنے اس معیار کے مطابق یہ کہنے کی جرأت فرمائیں گے کہ مسلم میں بیان کی گئی ان روایات کی بھی کوئی اصل نہیں۔

ڈاکٹر عثمانی نے تو ابابکر صاحب کی طرح کے فتر کی زندگی کے قائلین کی طرف سے عام طور پر پیش کی جانے والی اس روایت کو نقل کر کے اس باطل عقیدے کا رد کیا ہے جیکہ موصوف نے احادیث رسول کے بارے میں محض ڈاکٹر عثمانی سے دشمنی کی وجہ سے یہ دھرمیاریا بنا کر علمی نیابت کتمان حق اور بھرپور فریب کاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسی طرح کے دہرے معیار کی

ایک اور مثال ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

”واضح رہے کہ عالم برزخ کی اصطلاح اہل علم کی وضع کی ہے۔ کسی حدیث میں نبی نے اس اصطلاح کو استعمال نہیں فرمایا ہے۔ مگر موصوف اپنی کم علمی کی بنا پر سمجھ رہے ہیں کہ

شاید احادیث میں یہ استعمال ہوئی ہے۔“ (قسط دوم صفحہ ۲۱) جیکہ خود اس کے برعکس اپنی اور دیگر مسلک پر سکون کی خود ساختہ اصطلاح اہل سنت والجماعت کو صحیح ماننے پر سختی فرماتے ہیں ”اہل علم جانتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کی اصطلاح اہل حق نے باطل فرقوں سے تمیز ہونے کے لئے اختیار کی تھی اور اہل سنت والجماعت قرآن و حدیث پر چلنے والے لوگ ہوتے ہیں۔“ ایضاً ص ۲۱۳

صاحب کتاب جو کہ خود بھی ہدیہ پتھک ڈاکٹر ہیں، ڈاکٹر عثمانی کے

برہانے کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اور بڑھا پاچہ کہ ایک بیماری ہے اور انسان بوڑھا ہو جائے تو ایسا اوقات سٹھیا بھی جاتا ہے اور سٹھیا جلے تو بچوں کی طرح ضدی ہو جاتا ہے۔“ (ص ۳۶۶)

ڈاکٹر ابابکر صاحب کے بخرچے کے مطابق چونکہ بڑھا یا ایک مرض ہے اس لئے ہر بوڑھا انسان ایسا اوقات سٹھیا دیا ہے اور سٹھیا جلنے

لے یاد رہے کہ یہ اصطلاح آج کل صرف بریلوی مسلک واسے باقی فرقوں سے تمیز ہونے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ آخر کار صاحب کتاب ابوجابر دامالوی نے اپنے مسلک کی وضاحت کر ہی ڈالی۔

کہ وہ سوچتے کہ یہ تمام خود ساختہ فرقے اور مسالک جن میں سے ہر ایک امت محمدیہ ہونے کا دعویٰ کر رہے اپنے عقائد و نظریات اور طرز عمل سمیت ایک دوسرے سے شدید اختلافات کی روکش میں بنی علیہ السلام کے اس فرمان پر پورا اتارتے ہیں کہ نہیں؟ حقیقت حال کی ایک ادنیٰ جھلک بالکل محسوس منظر میں ملاحظہ فرمائیے! دیوبندی بریلویوں کو بدعتی اور مشرک ٹھہرا کر گمراہ سمجھتے ہیں، بریلوی دیوبندیوں کو گستاخ رسولؐ و اولیاء کہہ کر گمراہ سمجھتے ہیں، اہل حدیث دیوبندیوں اور بریلویوں کو ابو حنیفہ کا مقلد ہونے کی وجہ سے گمراہ تصور کرتے ہیں، شیخان تینوں کو گمراہ جانتے ہیں، اسی طرح جماعت المسلمین دالے ان چاروں کو گمراہ خیال کرتے ہیں، حزب اللہ دالے اپنے علاوہ دوسرے گروہوں میں سے کسی کو اللہ کی جماعت نہیں سمجھتے، یہ صورت حال اس قدر واضح ہے کہ اس سلسلے میں کسی غیوت کو پیش کرتے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ بخوبی بہت مذہبی دلچسپی رکھنے والے عوام و خواص ان باتوں سے اچھی طرح واقف ہیں چنانچہ ان فرقوں اور مسالک کے علماء اور اکابرین ر اور بیرونیوں کے واضح اور شدید اختلافات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی نہیں ہیں کیونکہ یہ خود فرقہ فرقہ ہر ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ ایسی ہی صورت حال کہ انہی فرقوں میں اعلان امامت ہے **اِنَّ الَّذِیْنَ هُوَ قَوْلَا دِیْنُکُمْ وَ کَلَامَا سَتِیْعَا لَسْتُ مِنْکُمْ** **فِیْ مَشِیْئَتِیْ** (الانعام: ۵۹) بیشک جنہوں نے دین میں فرقہ بنایا اور گروہ گردہ ہو گئے (اے رسولؐ) تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان سے کوئی سروکار نہیں، اور جب یہ مذکورہ بالا قرآنی معیار کی روشنی میں فرقہ و مسلک پرستی پر بھرپور جائزہ لیا جائے تو یہ نتیجہ ہونے لگے کہ حقائق

ہی کو گنوا بیٹھتے ہیں تو پھر کسی مسئلے پر ان کے اجتماع کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ الا یہ کہ وہ تمام فرقوں اور مسالک سے برائت و نیراری کا اظہار اعلان کر کے اپنے آپ کو صرف مسلم کہلانے لگ جائیں اور اپنے عقائد و نظریات کی بنیاد خود ساختہ اسلاف و اکابرین کے اقوال و تعلیمات کے بجائے قرآن و حدیث پر رکھنے لگ جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے تار و آمین محفوظ رہے ایک آئینہ ہے جس میں اگر ابو جابر داماد ہی صاحب چاہیں تو حقیقت احوال کا تفصیلی جائزہ لے کر بھی دیکھ سکتے ہیں مگر شرط تعصب بہت دھرم سے علیحدہ ہو کر دیکھنے کی ہے۔ جو شاید موصوف کو گوارہ نہ ہو! کہ تعصب ذاتی عناد اور مسلکی مہٹ دھرمی ان کے بنیادی محرکات ہیں۔

مصنف ابو جابر داماد ہی نے اپنی کتاب "الدین الخالص" (قسط دوم) کے صفحہ پر ایک ضروری وضاحت کا اختتام اس دعا پر کیا ہے "اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ! ہمیں زندہ رکھ تو اسلام پر اہم موت دے تو ایمان پر" آمین۔ جبکہ موصوف مذکورہ بالا تمام فرقوں اور مسالک کو صحیح اور ان کے پیروکاروں کو مسلمین سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس سوال پیدا ہوتا ہے کہ صاحب کتاب کون سے فرقے کے اسلام پر زندہ رہنے اور ایمان پر موت آنے کی تمنا اور خواہش رکھتے ہیں؟ مذکورہ ضروری وضاحت ہی میں مصنف موصوف ڈاکٹر عثمانیؒ پر طنز فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بہر حال موصوف (ڈاکٹر عثمانی) اب اس دنیا میں نہیں ہیں اور انہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے یا نہیں؟"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دامانوی صاحب خود کچھ عرصہ اس
ارضی قبر میں عذاب کی کیفیت سے گزر کر باہر نکل آئے ہوں۔ اس سے
پہلے قرآن و حدیث سے ثابت کر کے بتلایا جا چکا ہے کہ قبر کا عذاب حق
ہے لیکن یہ عذاب اس دنیاوی گڑھے (قبر) میں نہیں، برزخ میں ہوتا ہے
جس کا زندہ انسانوں کو ذرا بھی شعور اور علم نہیں ہے۔ قبر میں دفن ہونے والا
جسم گل سٹر کر مٹی بن جاتا ہے اور دوبارہ قیامت کے دن زندہ کر کے
اٹھایا جائے گا۔ اس عذاب قبر (برزخ) کی تائید قرآن کی نہایت واضح
آیات کے علاوہ مختلف صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

۱۔ بخاری میں بیان ہوا ہے کہ نبی علیہ السلام کا گزر ایک یہودیہ (عورت) پر ہوا جس
کے گھر والے اس پر رو رہے تھے یہ دیکھ کر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لوگ اس پر رو رہے
ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہوتا ہے حالانکہ وہ عورت ابھی دفن نہیں
ہوئی تھی۔ اس صحیح اور بالکل واضح حدیث میں بھی فرق پرست مولوی فریب دینے کی
کوشش کرتا ہے جبکہ یہ ہر جگہ باب الجنائز اور باب البکا و علی المیت میں
بیان ہوئی ہے۔ اس حدیث کی رو سے میت چاہے گھر یا ہسپتال میں پڑی
ہوئی ہو یا جنازہ میں دلینی قبر میں نہ اتاری گئی ہو، لیکن اس کو قبر کا عذاب
(برزخ میں) ہوتا رہتا ہے۔

۲۔ مسلم کی صحیح حدیث مذکورہ بالا حدیث رسول کی تائید کرتی ہے کہ
نبی علیہ السلام کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا اور وہ لوگ اس پر
رو رہے تھے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس پر رو رہتے ہو اور اس
کو عذاب ہوتا رہتا ہے۔ اس حدیث میں مزید وضاحت کے ساتھ بیان ہوا
ہے کہ میت ابھی جنازہ سے اتر کر اندر موج دھکی قبر تک اندر نہیں، مولوی صاحب
اس کے لیے کیا جواز دے سکتے ہیں۔ صاف ثابت ہے کہ جو عذاب یہودی

کو جنازہ میں ہو رہا تھا وہی عذاب برزخ ہے جسے حدیث میں عذاب
کہا گیا ہے۔

۳۔ اس عذاب قبر کو سمجھنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور
حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
نے ایک انصاری کو مسلمانوں کے ایک دستے کا امیر بنایا اور اہل دستہ
کو اس کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ کسی وجہ سے دستے میں غصے کی حالت میں
امیر دستہ نے مسلمانوں کو لکڑیاں جمع کرنے اور ان میں آگ لگا کر اس کے
اندر کود جانے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام شش و پنج میں ایک دوسرے کو
اس آگ میں داخل ہونے سے روکتے رہے یہاں تک کہ وہ آگ بجھ گئی۔ نبی
نبی علیہ السلام کو یہ واقعہ سنایا گیا تو آپ نے فرمایا لَوْ دَخَلُوهَا مَا
خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ
کہ اگر وہ (صحابہ کرام) اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس
سے نکل نہ پاتے، اطاعت تو معروف میں ہوتی ہے، (بخاری، کتاب المنازی)
اب جس طرح حدیث سے ثابت ہے کہ وہ آگ تھوڑی دیر بعد بجھ گئی
اس لیے اگر صحابہ کرام اس میں کود پڑتے تو کچھ دیر اور جلتی رہتی اور پھر
ان کے جسموں کو جلانے کے بعد بجھ جاتی لیکن نبی علیہ السلام کے فرمان کے
مطابق یہ لوگ قیامت تک اس کے اندر رہتے۔ ظاہر ہے کہ یہاں دنیاوی
آگ مراد نہیں ہے اور نہ دنیاوی جسم، بلکہ قیامت تک ان کو برزخی جسموں
کے ساتھ آگ کا عذاب دیا جاتا۔ یہی عذاب برزخ یا عذاب قبر ہے۔

اس عذاب القبر کی طرح ہمارا ایمان عذاب الدنیا پر بھی رہے اللہ تعالیٰ
ناظران اور مشرک قوموں کو دنیا میں بھی اپنے عذاب کا مزہ چکھا رہا ہے۔
جس طرح قوم نوح، قوم عاد، قوم ثود، قوم لوط، قوم شعیب اور بنی اسرائیل

وغیر ہم کو دنیا کے عذاب سے ہلاک و برباد کر دیا گیا، اسی طرح آج کا انسان بھی نافرمان، سرکش اور مشرک بن جانے کی وجہ سے تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے اور دنیاوی عذاب میں مبتلا ہو چکا ہے کیونکہ امن و سلامتی اور سکون کی زندگی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار اور دفاشار بندوں سے کیا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْحَقُّ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (الانعام: ۸۲)

مصنف ابو جابر داناوی نے اپنی کتاب "الدین الخالص" قسط دوم کے صفحہ ۱۲ پر دین فروشی کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ صرف عمدہ قاری اور حافظ قرأت کرنے اور تراویح میں قرآن سننے کی اجرت نہیں لے سکتے، یہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ دراصل داناوی صاحب خود عمدہ قاری اور حافظ قرآن نہیں ہیں ورنہ یہ بھی جائز اور حلال ہو جاتا۔ دین فروشی کو اپنے لیے جائز ثابت کرنے کے لیے بخاریؒ کی عبد اللہ بن عباسؓ والی روایت بڑے فخر اور اہتمام کے ساتھ پیش کی ہے یہ حدیث تو داناوی صاحب کی طرح سارے دین فروش اور قرآن فروش اپنے اس

سلۃ اگر عذاب قبر اس دنیاوی گڑھے (قر) میں مان لیا جائے پھر تو مذکورہ بالا مشرک کافروں میں عذاب قبر سے محفوظ ہیں کیونکہ ان کی قبریں ہی نہیں بنیں تھیں لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ ان نافرمانوں کو قیامت تک کے لیے میرزخ میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

میں اگر تراویح (نفل عبادت) پر اجرت لینا حرام ہے تو فرض نمازوں پر معاوضہ کیسے جائز ہوا؟

کاروبار کے جواز میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث سے دین فروشی یا عبادات (نماز وغیرہ) پر اجرت لینے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کیونکہ حدیث کے مطابق ایک صحابیؓ نے مشرک و کافر سردار پر دم کیا تھا اس کو قرآن پڑھایا تھا نہ دینی تعلیم دی تھی اور اس پر بھی صحابہ کرامؓ کو تردد تھا۔ صفحہ ۱۶ پر داناوی صاحب لکھتے ہیں۔

”امام بخاری اس بات کے قائل ہیں کہ جب کسی کا پیر مر جائے تو وہ یا محمد کہے، اس کا پیر ٹھیک ہو جائے گا“

اس کے بعد مخالط انگریزی سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اب دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر عثمانی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کرتے

ہیں یا امام بخاریؒ پر کوئی فتویٰ لگاتے ہیں“ (قسط دوم)

یاد رہے کہ ڈاکٹر عثمانی نے روایتوں کی وجہ سے کسی پر فتویٰ نہیں لگایا۔ یہ جو روایت داناوی صاحب نے ڈاکٹر صاحبؒ سے سوغ ظن کے اظہار کے لیے پیش فرمائی ہے۔ یہ صحیح بخاری سے پہلے لکھی گئی کتاب ”ادب المفرد“

سے، یہ دلیل پیش کرنے والے تو قرآن کو ماننے والوں اور انکی ماؤں بہنوں پر دم

کرتے ہیں اور ان سے معاوضہ بھی وصول کرتے ہیں جبکہ صحابیؓ نے کافروں سے معاوضہ

لیکے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس حدیث کو دین فروشی کیلئے جواز بنانے والے

مولوی صاحب کی تنخواہ اور اجرت پر طالب علموں اور نمازیوں کا حق

بننا ہے اور اگر کوئی مولوی یا دین فروش یہ اجرت لے کر بلا تردد

دیکھ لکھا ہے تو بھی حرام کھاتا ہے۔ وہ حرام خورد ہی نہیں بلکہ اس

اصول کے مطابق مستحقین کا حق مارنے والا بھی ہے۔

نوٹ۔ دین اسلام کے لئے فی سبیل اللہ کام کرنے والوں پر آج یہ فرق پرست جھوٹا الزام لگاتے ہیں کہ ان کو امر کیسے پسند ملتا ہے۔ امر کیسے سے پیسہ

کی مہجول روایت ہے جس میں روایت کرنے والے راوی کا نام تک معلوم نہیں ہے اسی لیے اس روایت کو بخاری نے اپنی صحیح میں نقل نہیں کیا۔
ڈاکٹر عثمانی ج امام بخاری پر اس مہجول روایت کی وجہ سے فتویٰ لگاتے یا نہیں یہ تو بعد کی بات ہے لیکن خود ابو جابر صاحب اپنی ایک کتاب "الصلوة" میں "یا محمد" پکارنے والے کو مشرک قرار دے کر اپنے اس اصول کی مدد سے امام بخاری پر ہاتھ صاف کر ہی چکے ہیں۔ چنانچہ اب دیکھتے ہیں کہ وہ امام بخاری کو اپنے اس فتوے کی زد سے بچانے کے لیے کوئی تاویل پیش کرتے ہیں یا حجرات ایمانی کا منظر ہر کرتے ہوئے اپنے فتوے کو امام بخاری پر مذکورہ بالا حوالے سے واضح طور پر چسپاں کرتے ہیں۔
فریب کاری اور تضاد بیانی کی اس شاہکار کتاب کے صفحہ ۱۵۶ اور صفحہ ۱۵۷ پر مصنف موصوف رقمطراز ہیں:

"اور اس طرح گویا ہر مردہ بات کرتا ہے اور اپنے گھر والوں کو خطاب کرتا ہے مگر اس کی ان باتوں کو اللہ تعالیٰ نے "پردہ غیب" میں رکھ دیا ہے اور کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اسے سن سکے۔"
اس کے فوراً بعد لکھتے ہیں:

بقیہ حاشیہ ص ۱۶۱۔
لینے، دین کو ذریعہ معاش یا کاروبار بنانے والے غداران اسلام اللہ کی لعنت ہو اور اس قسم کا الزام لگانے والے مہجولوں پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔
لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلٰی الْكَذٰبِيْنَ

تجربہ کیجئے کتاب سے موجود ہے اس کتاب میں ابو جابر صاحب نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنے، ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے، ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے اور صلوة الخمازہ کے بعد دعا مانگنے کو بدعت قرار دیا تھا لیکن آج ڈاکٹر عثمانی ج

"یہی نہیں بلکہ امام بخاری التاریخ البکیر میں ایک صحابی زید بن خارجہ انصاریؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے مرنے کے بعد بات کی تھی" (قسط دوم ص ۱۵۶)۔

ملاحظہ فرمائیے اس کھلی باز گیری کو کہ ایک طرف تو بیان کیا جاتا ہے کہ مردے کے کلام کو اللہ نے پردہ غیب میں رکھا ہے اور اسے کوئی نہیں سن سکتا اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ مردے کے کلام کو لوگوں نے سن لیا۔ آئیے ایسے باز گیری کی تعریف بھی خود دامادی صاحب کی زبانی ہی سنتے ہیں۔

"..... یعنی وہ دینداری کے ایسے ماہر ہوتے ہیں اور کچھ اس طرح دجل و فریب سے کام لیتے ہیں کہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں جس سے علماء حق بھی ششدر رہ جاتے ہیں احادیث سے مراد موضوع (من گھڑت) احادیث بھی ہیں اور خود ساختہ واقعات اور حیرت انگیز باتیں بھی جن کے ذریعے وہ لوگوں کے ذہنوں کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"
(قسط دوم: ص ۲۱)

اپنی جماعت کے منشور "اغراض ومقاصد" کے آغاز میں لکھتے ہیں:
"جماعت المسلمین کوئی نیا فرقہ یا نئی جماعت نہیں ہے" (ص ۲)
لیکن اغراض ومقاصد کے آخر میں لکھتے ہیں:
"اور ہماری جماعت کا جماعت المسلمین یا کسی دوسری جماعت

بقیہ حاشیہ ص ۱۶۲۔

کی مخالفت اور پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر یہ سب کچھ سنت اور جائز بن گیا ہے۔ واقعی اگر مولوی ضد اور اختلاف پر اڑ جائے اور دنیا کی طرف جھک جائے تو وہ حلال الحرام اور حرام کو حلال بنا دیتا ہے۔

سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (یعنی یہ بالکل الگ اور نئی جماعت ہے)
 شاید ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے ”ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی“
 ”الدین الخالص“ کی پہلی قسط میں مصنف ابو جابر نے
 کتاب الصلوٰۃ میں مسدود بن مسعود کے نام خط کو احمد بن حنبل کا خط
 تسلیم کرتے ہوئے پیش کیا ہے اور خط کا عکس پیش کرنے کے بعد لکھا ہے۔

”غور فرمائیں کہ دو انتہائی ذمہ دار امام جن چیزوں کو
 ایمانیات میں سے قرار دے رہے ہیں وہی چیز جو دھویں
 پندرھویں صدی کے ایک ڈاکٹر کی نگاہ میں شرک قرار پائے“
 لیکن دوسری قسط میں اس خط سے انکار کیا ہے۔
 ”اعادۃ روح کا عقیدہ حق یا باطل ہم اس بحث میں
 نہیں جانا چاہتے مگر موصوف کو یہ بتاتے چلیں کہ کتاب الصلوٰۃ
 کی جس عبارت کی وجہ سے انہوں نے یہ فتویٰ لگایا ہے وہ
 کتاب احمد بن حنبل کی نہیں ہے“ (صفحہ ۲۱)

دیکھا آپ نے اس ماہر باز مگر کو کس دیدہ دلیری سے لکھا ہے کہ
 ”اعادہ روح کا عقیدہ حق ہے یا باطل ہم اس بحث میں جانا نہیں
 چاہتے“ اسے کہتے ہیں آنکھوں میں دھول جھونکنا
 دامادوی صاحب! جب آپ کو یہ تک معلوم نہیں کہ اعادہ روح
 کا عقیدہ حق ہے یا باطل۔ تو پھر یہ الدین الخالص کی دو قسطیں لکھنے کا
 کیا فائدہ!

اس کتاب میں آپ نے ”اعادہ روح“ پر تو ساری بحث کی ہے پھر
 بھی آپ پریشان ہیں کہ حق اور باطل عقیدہ کون سا ہے؟ اگر آپ انہی

حق اور صحیح عقیدہ کی تلاش میں ہیں تو ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ قیامت سے
 پہلے مرنے میں اعادہ روح کا عقیدہ سو فیصد باطل اور قرآن و صحیح احادیث
 کے سراسر خلاف ہے۔ لیکن آپ نے اور آپ جیسے دوسرے اکابر پرستوں
 نے اسے اسی لئے اپنے ایمان کا جز بنالیا ہے کہ یہ آپ کے امام احمد بن حنبل
 اور دیگر اسلاف کا عقیدہ رہا ہے۔ اگر اعادہ روح کا عقیدہ قرآن و
 احادیث سے ثابت ہو تا تو آپ کبھی بھی اپنی باطل پرستی کا ان الفاظ
 میں اعتراف نہ کرتے کہ ”اعادہ روح کا عقیدہ حق ہے یا باطل“
 گویا آپ نے تسلیم کر لیا کہ آپ کی کتاب باطل اور قرآن و احادیث
 کے خلاف دلائل پر مبنی ہے ورنہ انصاف اور ایمان کا تقاضا تھا کہ آپ
 دعوے سے لکھ دیتے کہ اعادہ روح کا عقیدہ بالکل حق ہے۔ جسے
 الدین الخالص پہلی اور دوسری قسط میں دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا
 ہے آپ کو خود اپنی کتاب پر یقین نہیں تو دوسرے کیا یقین کریں گے پھر
 بھی آپ کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب لکھ کر آپ نے بڑا کارنامہ انجام دیا
 ہے۔ ہاں اسلام دشمن اور باطل پرستوں کے لئے تو یہ کتاب کارنامہ ہو سکتی
 ہے۔ لیکن توحید پرستوں اور دین اسلام سے محبت رکھنے والوں کیلئے نہیں
 اس کتاب (الدین الخالص) سے جتنی بھی فیر پرستی اور بد عقیدگی
 پھیلے گی کل قیامت کے دن آپ کو اللہ کے سامنے اس کا حساب دینا
 پڑے گا۔

دولت اور دنیا کی سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے سلمان رشدی
 رلعین نے بھی قرآن و سنت رسول کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے
 وہ بھی اپنی اس شیطانی حرکت کو کارنامہ سمجھ رہا ہے (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ ایسی قبیح حرکتوں سے ہر مسلمان کو اپنی امان میں رکھے۔ (آمین)
یہ بھی یاد رہے کہ صاحب کتاب نے دونوں قسطیں ایک ہی تسلسل میں لکھی
ہیں۔ امید ہے کہ اتنی جلدی پہلی قسط کے متن کو بھولا تو نہ ہوگا۔

ابو جابر داناوی نے اپنی کتاب کے اختتام پر امام بخاریؒ کی "تاریخ
التغیر" سے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہوئے (جس میں بخاریؒ نے احمد
بن حنبل کے لیے رحمت اللہ علیہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں) لکھا ہے کہ:

"ہم اپنے مضمون کو امام بخاریؒ کی اس دعا پر ختم کرتے

ہیں جو انہوں نے اپنے استاد اور عظیم محدث احمد بن حنبل

کے لیے کی ہے۔ چاہے اس دعا کو دیکھ کر کسی کے تن بدن میں

آگ ہی کیوں نہ لگ جائے۔" (قسط دوم، ص ۲۶۹)

مندرجہ بالا عبارت پڑھنے کے بعد ایک صحیح العقیدہ مسلمان اندازہ

لگا سکتا ہے کہ صاحب کتاب ابو جابر داناوی اور ان کے دوسرے ہم مسلک
بھائی، احمد بن حنبل کو رب بنا چکے ہیں گویا یُحْبِبُوهُنَّ اللَّهُ

لہ جسکا ثبوت داناوی صاحب کے مسلک بھائی زبیر علی زئیؒ کا ڈاکٹر عثمانی
کے نام خط ہے جس میں انھوں نے احمد بن حنبل سے اندھی محبت کی وجہ سے

ابو حنیفہؒ کو کافر، چور اور بُرا بھلا کہا ہے۔ پھر اس کا اعتراف بھائی جان
داناوی صاحب کے نام خط میں کیا جو انھوں نے بلا عنوان کے نام سے صفحہ ۲

پر نقل کیا ہے لیکن یہ رجوع اور اعتراف بھی اہل حدیث، جماعت المسلمین، عرب
اور دوسرے لوگوں کو بیوقوف بنانے کا ایک اندازہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس

میں ابو حنیفہؒ کا دو جگہ پر ذکر کیا گیا لیکن اس کے ساتھ رحمتہ اللہ علیہ
نہیں لکھا جبکہ احمد بن حنبل نے نام کے ساتھ (رحمۃ اللہ علیہ) لکھا ہے۔ ایک ہی خط میں یہ

فرق و امتیاز خبیث باطن کی چغلی کھا رہا ہے۔

(انقیر: ۱۶۷) والی کیفیت ہے

بخاریؒ نے احمد بن حنبل کو دُعا سے کرایک سچے مسلمان کا حق ادا کیا
ہے کیونکہ بغیر ثبوت کے کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا گناہ عظیم ہے جلد ڈاکٹر

عثمانیؒ نے احمد بن حنبل کے اپنے شاگرد مسدود بن مسدد کے نام خط میں
درج اعادہ روح کے غلط عقیدے کی نشاندہی کی ہے یعنی جب تحقیق

سے معلوم ہوا کہ احمد بن حنبل کا عقیدہ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے
اس دنیاوی قبر میں مڑوہ جسموں کے اندر روح لوٹاٹے جلنے کا تھا تو

انہوں نے ایک سچے مسلمان اور عالم حق کا کردار ادا کرتے ہوئے آج
کے مسلک پرستوں کی پرولیکہ بغیر اس قرآنی حکم کی پیروی میں ایسا

فرض ادا کیا ہے۔ وَمَنْ لَمْ يُخَيِّكُم بِمَا آتَىٰ اللَّهُ فَلَا لَكُمْ
هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ)

معلوم یہی ہوتا ہے کہ بخاریؒ کو احمد بن حنبل کے اس خط کا علم
نہیں ہو سکا۔ اس لیے کہ اس خط کا ذکر بخاریؒ کی کسی کتاب میں موجود

نہیں اس خط کے صحیح ہونے کی گواہی احمد بن حنبل کے مشہور شاگرد ابی ہریرہؒ
نے قال ابی ہریرہؒ مسألت ابی عبد اللہ الکتاب الی مسدد فقلت لی الیہ

"سیمونی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) سے مسدد کی
طرف خط لکھنے کیلئے کہا تو انہوں نے اس کی طرف لکھ دیا"

(تہذیب التہذیب، جلد ۱۰ ص ۱۸۰)

نوٹ :- زندہ نافرمان شخص پر کفر و شرک کا فتویٰ لگانا اس شخص سے
ہمدردی کرنا ہے نہ کہ دشمنی یا نفرت تاکہ وہ اپنی اصلاح کرے اور زندگی

ہی میں توبہ استغفار کر کے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے۔ اور
مردہ نافرمان بڑی شخصیت پر کفر و شرک کا فتویٰ لگانا اُن سزاواروں

کے علاوہ ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، ابن حجرؒ، ذہبیؒ اور عراجؒ تک کے سارے اہل علم سے پہلے ہیں اور قبر پرستی کے ثبوت میں اسکی کوئی پیش کیا جاتا ہے۔
 رہا احمد بن حنبلؒ کے بخاریؒ کا استاد ہونے کا معاملہ تو یہ آجکل کی طرح کے استاد شاگرد کا معاملہ نہیں تھا۔ بخاریؒ نے احمد بن حنبلؒ سے کوئی سند حاصل کی اور نہ پانچ دس سال تک ان سے اکتساب علم کا کوئی سلسلہ رہا۔ اس زمانے میں کسی سے ایک دو احادیث سن لینا یا حلقہ درس و تدریس میں ایک دو بار بیٹھ جانا بھی شاگردی میں شمولیت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا۔ اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اس مشہور استاد اور عظیم محدثؒ سے ایک روایت بھی حدیثی یا

بقیہ حاشیہ ص ۱۶۷

لاکھوں زندہ سالوں سے ہمدردی کرنا ہے جو ائمہ مقلدین کو ایسی شخصیت کی پیروی کر کے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنانے کی تیاری کر رہے ہیں تاکہ یہ مقلد "فتویٰ پر مدھ کر دنیا ہی میں ایسی شخصیت سے اپنا تعلق قطع کر لیں ورنہ آخرت میں تو یہ ان سے سخت بیزاری کا اظہار ان الفاظ میں کریں گے دَنَيْنَا اَنَا اَلْعَبَا سَادَتَنَا وَ كَبُرْنَا فَاصْطَلْنَا نَا السَّيِّئَاتِ (احزاب ص ۶۷)

ابن تیمیہؒ مجموع الفتاویٰ جلد ۷ ص ۳۹۹ پر لکھتے ہیں کہ یہ خط اصحاب احمد اور حدیث کے علماء میں مشہور تھا اور انھوں نے اس کو قبولیت کا درجہ دیا ہے ابن تیمیہؒ کی اس بات کو اس زمانے سے لیکر آج تک کسی حنبلی یا حدیث سنت کے کسی عالم نے مسترد نہیں کیا حالانکہ اس زمانے میں اور بعد ازاں بھی بڑے بڑے حنبلی اور حدیث کے علماء گزرے ہیں۔

اخبرنی احمد بن حنبل کہہ کہ بیان نہیں کی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بخاریؒ احمد بن حنبلؒ کے ساتھ زیادہ عرصہ نہیں رہے۔ اسکا کہنا کہ بخاریؒ نے احمد بن حنبلؒ کو دعا کیوں دی ہے؛ محض چند دعا بیہ یا تفریق کلمات کے ذریعے احمد بن حنبلؒ کی شخصیت کا دفاع کرنا بڑے پیر اور دین سے واقفیت کا اظہار ہے۔

نبی علیہ السلام کے زمانے میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ ایک شخص کے ایمان کی گواہی دیتے ہیں اور دین کے لیے اس کے کارناموں کو سر لپٹتے ہیں لیکن فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جہنمی ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ ایک اور شخص کے لیے اللہ کی راہ میں شہادت کی گواہی دیتے ہیں لیکن زبان نبوتؐ اسے جہنمی قرار دیتی ہے ملاحظہ ہو۔

اِرْحَمْنَا عَزَّ وَجَلَّ اللَّهُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُشْرِكُونَ فِي بَعْضِ مَخَارِمِهِ قَافَتًا لَنَا قَالُوا كُلُّ قَوْمٍ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ لَا يَدْعُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَذَةً وَلَا فَازَةً إِلَّا اتَّبَعَهَا فَضَرَبَهَا بِسَيْفِهِ - فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا اجْزَأَ أَحَدًا هَؤُلَاءِ أَجْدًا أَفْلَانُ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ النَّارِ النَّارِ
 آيُنَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنْ كَانَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَا تَتَّبِعْنَهُ فَإِذَا اسْتَوَى

الْبَطَاءُ كُنْتُ مَعَهُ حَتَّى جُرحَ فَاسْتَعَجَلَ الْمَوْتُ
فَوَضَعَ نَصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذِيَابَهُ بَيْنَ
شَدْيَيْهِ ثُمَّ تَعَامَلَ عَلَيْهِ فَقُتِلَ نَفْسُهُ فَبَاءَ
الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ فَأَخْبَرَهُ
فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ
فِيهَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَفِي حَتَمِهِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَهُوَ
يَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَمُوتُ بِمِثْلِ أَهْلِ النَّارِ وَهُوَ
مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: عبداللہ بن مسلمہ ابن ابی حازم ان کے والد سہل رضی اللہ
عنه سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جہاد (یعنی غیر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اور مشرکین مقابل ہو کر خوب لڑے پھر ہر قوم اپنے اپنے لشکر
کی طرف واپس ہوئی مسلمانوں میں ایک شخص تھا جو اکیلے دو کھیلے
مشرک کو نہ چھوڑتا تھا بلکہ اس کے پیچھے سے آکر اس کے تلوار مارتا اور
قتل کر دیتا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! جبنا کام نکالنا ہے کیا، کسی نے نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: وہ تو دوزخی ہے
صحابہ نے رد میں کہا، اگر وہ دوزخی ہے تو پھر ہم میں جنتی کون ہوگا
اتنے میں مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا، کہ میں اس کو پیچھے رہوں گا
تاکہ اس کا امتحان کروں جب وہ تیز چلتا یا آہستہ تو میں اس کے ساتھ
رہتا، حتیٰ کہ وہ ترخمی ہوا اور زخموں کی تکلیف سے بیتاب ہو کر جلدی
منہ چاہا، لہذا اس نے تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا کہ اس کے پھل کو اپنے سینے

کے درمیان رکھا پھر اس پر اپنا بوجھ ڈال کر خودکشی کر لی، اب وہ شخص نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ
اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا، کیا بات ہوئی، تو اس نے وہ واقعہ
آپ کو سنا دیا، آپ نے فرمایا، کہ کوئی آدمی لوگوں کی نظر میں جنتیوں جیسا
عمل کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہو تب بھی اور کوئی لوگوں کی نظر میں دوزخیوں
جیسا عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا
مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرِو حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ
مَالِكِ (ابْنِ أَنَسٍ) قَالَ حَدَّثَنِي ثَوْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي
سَالِعُ بْنُ مَرْثُودٍ ابْنُ مِطْلَحٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: افْتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَعْنَمْ
خَيْبًا قَلِيلًا فَفَسَدَ امْتِنَانُنَا الْيَقْرَ وَالْأَمِيلَ
وَالْمَتَاعَ وَالْخَوَالِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَادِشِ الْقُرَى
وَمَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ لَهُ مِدْعَمُ إِهْدَادٍ
لَهُ أَحَدُ بَنِي النُّضَيَّابِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَخْطُرُ خَلَّ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَاهُ
سَهْمُ عَائِشَةَ حَدَّثَنِي أَصَابُ ذَلِكَ الْعَبْدُ فَقَالَ
النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الشَّحَادَةُ فَتَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ
إِنَّ الشَّهَادَةَ الَّتِي أَصَابَ إِيَّاهُ الْخَيْبَرِ مِنَ الْمَغَانِمِ

لَمْ تَصِبْهَا الْمَقَامِمْ لَنَشْتَعِلْ عَلَيْه نَارًا فَجَاءَ
رَجُلٌ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَشِيرُ لَكَ أَوْ يَشِيرُ أَحَدَيْنِ فَقَالَ هَذَا شَيْءٌ
كُنْتُ أَصْبَحْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَشِيرُ لَكَ أَوْ يَشِيرُ أَكْثَرُ مِنْ بَنِي ۝

ترجمہ: عبداللہ بن محمد معاویہ بن عمرو ابوالسحاق مالک بن انسؒ نور،
ابن مطیع کے آزاد کردہ غلام سالم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خیر فح کیا، اور ہمیں مال عنیت میں
سونا چاندی نہیں ملا، بلکہ گائے، اونٹ، اسباب اور باغ ملے۔ پھر ہم
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وادی القریٰ میں آئے، اور آپ
کے ہمراہ مدعم نامی آپ کا غلام تھا جو بنو النضیب کے ایک آدمی نے
آپ کو نذرانہ میں دیا تھا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کجادہ اتار رہا
تھا، کہ اتنے میں ایک ایسا تیر جس کے مارنے والے کا پتہ نہ تھا، اس طرف
آیا اور اس غلام کے لگ گیا، لوگوں نے کہا، اس کو شہادت مبارک ہو۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہنیں، ہنیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ
میں میری جان ہے۔ جو چادر اس نے خیر کے دن مال عنیت میں سے
تقسیم ہونے سے پہلے لی تھی اس پر آگ کا شعلہ بنے گی، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر ایک آدمی ایک یاد دہن سے لے کر آیا
اور کہنے لگا، یہ چیز مجھے ملی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
یہ تم سے رہی، آگ کے ہو جاتے :-

اس طرح حقیقت ظاہر ہونے کے بعد دوسروں کو جلائے بھڑکانے

144

کے بچکانہ انداز کو اپناتے۔ طاغوت پرستی پر ضد اور ہٹ دھرمی سے جھننے اور اکابر پرستی کو دین کا جزو بنانے کی بجائے اپنے جسم و جاں کو بھنم کی خطرناک آگ سے بچانے کے لیے رب کا ثنات پر یکسوئی دے کے ساتھ ایمان لا کر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے شہادت حق کے سنجیدہ طرز عمل کو اختیار کرنے کی کوشش ہونا چاہیے اور آخر وہی دائمی زندگی میں محرومی اور ناکامی سے بچنے کے لیے قرآن میں بیان کی گئی اس تنبیہ پر توجہ دینی چاہیے کہ :

یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ " جس دن بہت سے
 پہرے سفید ہوں گے اور بہت سے سیاہ " فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ
 وَجُوهُهُمْ فَبِأَكْفَرَ تُمْ بَدَدَ آيَاتِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ
 بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ " تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے
 (ان سے کہا جائے گا) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟ پس
 (اب) اُسی کفر کے بدلے (سخت) عذاب کا مزہ چکھو " (آل عمران: ۱۰۶)
 چنانچہ اس فرمان الہی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر
 یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے کہ ایک عابد و زاہد اور مشہور مسلمان بھی خواہشات
 نفس اور شیطان کے وار سے گھائل ہو کر کافر و مشرک اور مرتد و منافق بن
 سکتا ہے۔ یہ ہماری نہیں قرآن عظیم و صحیح احادیث کی بات ہے۔ سورۃ
 الاعراف میں ایک مسلمان عالم کا ذکر کیا گیا ہے کہ شیطانی وسوسوں کے
 زیر اثر دنیا کا اہم و نمود حاصل کرنے کے لیے اللہ کی نافرمانی کا راستہ
 اختیار کر کے ہمیشہ کے لیے گمراہ ہو گیا (آیت نمبر ۱۷۵) سورۃ المائدہ
 میں فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ
 دِينِهِ "اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین (اسلام) سے پھر

کے مرتد ہو جائے۔۔۔۔۔ (آیت نمبر ۴۷) یعنی ایک کلمہ پڑھنے والا مرتد بھی ہو سکتا ہے جیسے ایک کاتب وحی عبداللہ بن سعد بن ابی شریک مرتد ہو گئے تھے (بخاری) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے زاد بھائی، عبید اللہ بن جحش ہجرت کرنے کے بعد حبشہ میں جا کر مرتد ہو گئے تھے اور یہ کوئی معمولی لوگ نہیں تھے نبی علیہ السلام کے زمانے میں ایسے لوگ گزرتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا اَشَدُّ کُفْرًا وَّ اَذٰوًا کُفْرًا۔ (النساء: ۱۳۷) "جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے گئے۔۔۔۔۔" ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا۔۔۔۔۔" یہ اس لیے کہ وہ (پہلے) ایمان لائے پھر کافر ہو گئے۔۔۔۔۔ (المنافقون: ۳)

کَيْفَ يَصُدُّ اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا وَّ اٰبَعَدُوْا اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْا اَنَّ السَّرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَاءَهُمْ الْبَيِّنَاتُ۔ (آل عمران: ۸۶) "اللہ ایسے لوگوں کو کیونکر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور (پہلے) اس بات کی گواہی دے چکے کہ یہ پیغمبر (محمد) برحق ہیں اور ان کے پاس واضح دلائل بھی آ گئے۔۔۔۔۔"

اندازہ لگائیے اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے نہیں کچھ لوگ ایمان لانے کے بعد شیطان کے بہکاوے میں آ کر گمراہ، کافر مرتد اور منافق ہو سکتے ہیں تو کیا اس کے بعد کوئی عالم یا امام کفر کا ارتکاب نہیں کر سکتا؟ کیا اس کے بعد شیطان نے اپنا کام ترک کر دیا ہے؟ اسی لیے تو ایک مسلمان کو ہر وقت اپنے رب سے اسلام پر زندہ رہنے اور ایمان پر موت آنے کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ ایمان لانا تو آسان

ہے لیکن اس کا تقاضا پورا کرتے ہوئے اس پر استقامت اختیار کرنا بڑا مشکل کام ہے۔

بیشیت مسلمان نہیں کسی دوسرے مسلمان کے گمراہ کافر یا مرتد ہونے سے خوشی نہیں بلکہ انتہائی دکھ ہوتا ہے اور ہر وقت اپنے رب سے یہی دعا ہے کہ اے ہمارے رب! تو اپنے تمام بندوں کو ایمان و ہدایت کی توفیق عطا فرما اے مالک! اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور اسے انسانوں کو ایمان خالص اختیار کرنے کے بعد اپنی زندگی کا حق ادا کرنے کی ہمت و توفیق سے نوازا اور انجام کار سب کو جہنم کی آگ سے بچا کر جنت کی لازوال نعمتوں کا مستحق بنائے اے بزرگوار! قسم کے طاغوت کا کفر کرنے، اس سے اجتناب اور برکت و بے زاری کے ساتھ ایمان پر جمنے اور استقامت اختیار کرنے کا ثواب عطا فرما، آمین!

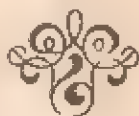
وَبَنَّا اٰیٰتِنَا سَمْعًا مِّنَّا وَاٰیٰتِنَا دُرِّ لِّلْاٰیْمَانِ اِنَّ اٰمِنُوْا بِمِیْثَاقِنَا مِمَّا نُوْتِنَا فَاَعْفِرْ لَنَا ذُنُوْبِنَا وَ تَعْفِرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَ تَوْفِنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔

اے ہمارے رب! ہم نے ایک سنا کر کے والے کو سنا جو ایمان و خالص کے لیے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور (قیامت کے دن) ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ اکٹھا کر دے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

اے ہمارے رب! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کبھی بیدار نہ کر دیکھو اور ہم پر اپنے اس سے خاص رحمت فرما دے۔

بیشک تو بڑا عطا فرماتے والا ہے (آمین)
 اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا
 مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَوْنِكَ السُّجْدَةُ

اے اللہ! جسکو تو عطا فرمائے اس کو کوئی مانع نہیں ہو سکتا اور
 جس کو تو محروم رکھے اس کو کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بزرگ کی بزرگی
 (شہرت و بڑائی) اس کے لیے (بغیر تیری رحمت و مغفرت) نفع بخش
 نہیں ہو سکتی۔



— رابطے کے لیے —

مجدد توحید بھٹہ ریلجیکم سڑمی کراچی